از سلسلہ ''دین بھلائی ہے''

بیان القرآن در توفی عمومی نفوسِ بشریہ و توفی عیسیٰ علیہ السلام

مرتب

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

مدرس، مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ

ازسلسلہ ''دین بھلائی ہے''

بیان القرآن درتوفی عمومی نفوسِ بشریہ

و

توفی عیسیٰ علیہ السلام

مرتب:

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

مدرس مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ۔

﴿فہرست مضامین﴾

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

﴿مقدمہ از مؤلف﴾

الحمد لله وحدهٗ، والصلاة والسلام علیٰ من لا نبي بعدهٗ، وبعد!

قرآن کریم اللہ جل شانہٗ کا کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا، عربی زبان اشتقاق کی زبان ہے، اس میں ایک اصل اور مادہ سے بہت سے کلمات بنتے ہیں۔ جیسے کہ افعال کے صیغے، ماضی، مضارع، امر، اسی طرح اسماءِ فاعلین، مفعولین، آلہ، ظرف، تفضیل وغیرہ، پھر اسی طرح یہ اصل کبھی فعلِ ثلاثی مجرد کی طرف جاتے ہیں، کبھی مزید فیہ کی طرف، کبھی اس سے رباعی مجرد فعل بنتا ہے، اور کبھی رباعی مزید فیہ۔

لفظِ مشتق، فعل ہو، اسم ہو، وہ کسی بھی باب سے ہو، وہ اپنے تمام صیغوں اور شکلوں میں اپنے مادہ سے نہیں ہٹتا ہے، جیسے کہ: کلمۂ ''توفی'' یہ عربی زبان میں مادہ (وف ی) سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ ''اتمام'' اور ''اکمال'' ہے۔ لفظِ ''توفی'' یہ بابِ ''تفعّل'' کے وزن پر مادۂ ''وفاء'' سے بنایا گیا ہے۔ جس کا وضعی معنی ہے، ﴿**القبض علی وجه التمام، أو أخذ الشيء وافیاً**﴾۔ ''موت'' یا ''مارنا''، ''نیند'' یا ''سلانا''، یا ''رفع'' ہرگز ہرگز اس کا معنیٰ نہیں۔ نہ ہی لفظِ ''توفی'' ان معانی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے، نہ حقیقتاً۔ کیونکہ ''وفاء'' اور اس کے جملہ مشتقات ''موت'' یا ''مارنا''، ''نیند'' یا ''سلانا'' یا ''رفع'' پر دلالت نہیں کرتے۔

لفظِ ''توفِّی'' بابِ ''تفعّل'' سے مصدر ہے۔ جو مادۂ ''وفا'' (وف ی) سے لیا گیا ہے، اور

اس کا لغوی معنیٰ یا وضعی معنیٰ صرف ''قبضِ تام'' ہی ہے۔ یہ عربی لغت بلکہ دیگر انسانی زبانوں کی بھی بلاغت ہے کہ ان میں کسی امر کے بیان وتعبیر کے کئی اسالیب ہیں۔ مثلاً: کسی امر کو باسلوبِ ''تشبیہ وتمثیل'' یا بطور ''استعارہ'' یا بطورِ ''صریح'' بیان کریں، یا کسی کو بطورِ ''کنایۃ''۔ پھر ان تمام اسالیبِ بیان میں ''کنایہ'' سب سے بڑھ کر بلیغ ہے۔ عربی میں معروف ہے، ﴿الکنایة أبلغ من التصریح ﴾، کیونکہ ''کنایہ'' میں حکم اور اس کی دلیل دونوں بیک وقت جمع ہوتی ہے۔ پھر ''کنایہ'' میں جو مراد یا مقصودِ متکلم ہوتا ہے، وہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اور جو منطوق ہوتا ہے، اور جو لفظ بولا جاتا ہے، اس سے متکلم کی مراد پر دلالت لزوم کے طریقے سے ہوتی ہے۔ تو مقصودِ متکلم کو لزوماً بیان کرنا، اس کی اپنی لذّت، حلاوت، بلاغت اور قوتِ بیان ہوتا ہے۔ اور وہی متکلم کا مقصود بھی ہوتا ہے، اور یہی امر متکلم کی غایت بھی۔

قرآن کریم نے عمومی انسانی ''توفی'' کے بیان میں دو صورتیں ذکر کی ہیں۔

پہلی صورت: انسان کی ''حین الموت'' اور اس کی ''اجل'' آنے پر ''توفی'' جو اس کے ''اماتۃ'' (مارنے اور موت) سے ''کنایۃ'' ہے۔ یہ ''توفیٔ موت'' ہے۔

دوسری صورت: انسان کی ''فی المنام'' یعنی بوقتِ نیند ''توفی'' جو اس کے ''انامۃ'' (سُلانے اور نیند) سے کنایہ ہے۔ یہ ''توفیٔ نیند'' ہے۔

اس عمومی ''توفی'' سے کسی بشری فرد کا استثناء نہیں۔ بوقتِ اجل موت آنا اور بوقتِ نیند سونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''اجل'' آنے پر ''توفی'' ان کا ''اماتۃ'' (مارنا) ہے۔ اور بوقتِ نیند ''توفی'' ان کا ''انامۃ'' (سلانا) ہے۔

عمومی ''توفی'' کی پہلی صورت کا قرآنِ کریم میں بیان ملاحظہ ہو:

ارشادِ ربانی ہے: ﴿الله یتوفی الأنفس حین موتها ﴾ (الزمر: ۴۲). ''یقیناً اللہ تعالیٰ

انسانی ارواح کو پورے طور پر قبضے میں لے لیتا ہے موت کے وقت پر، یعنی جب ان کی اجل آ جاتی ہے''۔جس کا اثر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ''توفی'' کے بعد ان نفوس کو جن کی موت کا اس نے فیصلہ کرلیا انہیں روک لیتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کی وہ ''توفی'' جس کا وقت ''حین الموت'' ہے، اور ارواحِ بشریہ کو جن کی موت کا وہ فیصلہ کر چکا، وہ انہیں روک لیتا ہے، وہ اپنے اجساد کی طرف نہیں لوٹتیں۔ یہ ''توفی''، ''متوفّٰی'' کی موت کو مستلزم ہے۔تو یوں اس ''توفی'' سے لزوماً موت ثابت ہے۔ یہ قرآن کریم کا عمومی ''توفی'' کی پہلی صورت کا بیان ہے۔اس اسلوبِ بیان کو ''کنایہ'' کہتے ہیں۔

عمومی ''توفی'' کی دوسری صورت کا قرآنِ کریم میں بیان ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿والتی لم تمت فی منامها﴾، (الزمر: ۴۲). یعنی ایسی انسانی ارواح جو مری ہوئی نہیں انہیں نیند کے وقت قبضے میں لیتا ہے۔اور پھر وہ انہیں چھوڑ دیتا ہے۔اور ''متوفّٰی'' جاگ جاتا ہے، ''سویا ہوا''، ''مرا ہوا'' نہیں ہوتا۔قرآن کریم نے خود کہا: ﴿والتی لم تمت فی منامها﴾۔(الزمر: ۴۲).تو اب نیند کے وقت اللہ تعالیٰ کا ''متوفّٰی'' کو قبضہ میں لینا، یہ ''متوفّٰی'' کے سُلانے کو مستلزم ہے۔یعنی یہ ''توفی'' سے ''نیند'' کا لزوماً ثابت ہونا ہے۔ یہ اسلوبِ بیان بھی کنایہ ہے۔ یہ قرآنِ کریم کا عمومی ''توفی'' کی دوسری نوع کا بیان ہے۔

آیتِ قرآنی میں دوبارہ تأمل:

ہم ''عمومی توفی'' کی آیتِ مذکورہ میں دوبارہ تأمل کرتے ہیں۔﴿الله یتوفی الأنفس حین موتها، والتی لم تمت فی منامها، فیمسک التي قضٰی علیها الموت،

ویرسل الأخرىٰ إلىٰ أجل مسمًّى ﴾ (الزمر: ۴۲). اس آیت میں ''توفی'' کی ہر دو قسم: قسمِ اول: ''توفی حین الموت''۔ قسم ثانی: ''توفی فی المنام'' کو یوں ذکر کیا کہ پہلے ''توفی حین الموت'' کو، پھر ''توفی فی المنام'' کو بیان کیا ہے۔

پھر دونوں قسموں کے بیان کے بعد، لفّ ونشر مرتب کے طور پر ہر ایک کے اثر کو ذکر کیا ہے۔

اولاً: ''توفی حین الموت'' کا اثر ذکر ہوا، اور وہ ہے: ﴿**فیمسک**﴾ (روک لیتا ہے)۔ کہ اللہ تعالیٰ ان انفسِ بشریہ کو جن کی موت کا اس نے فیصلہ کیا، روک لیتا ہے۔

ثانیاً: ''توفی فی المنام'' کا اثر ذکر ہوا، اور وہ ہے: ﴿**ویرسل**﴾ (چھوڑ دیتا ہے)۔ کہ اللہ تعالیٰ سونے والوں کی ارواح کو قبضہ میں لینے کے بعد چھوڑ دیتا ہے۔ لہٰذا ضابطہ عمومی توفی یہ ہوا۔

ضابطۂ قرآنی اور ''توفیٔ عمومی'':

قرآن کریم کی ۲۱ آیات میں اس ''توفی'' اور اس کے مشتقات کا ذکر ہے۔ تو جس آیت میں ''توفی'' کے ساتھ ''قرینۂ موت'' ہے، اس میں ''توفی''، ''متوفّٰی'' کی موت سے کنایہ ہے۔ اور جس میں ''قرینۂ نوم'' یا ''لیل'' ہے، تو اس میں ''توفی''، ''متوفّٰی'' کی نیند سے کنایہ ہے۔

رہا لفظِ ''توفی'' کا معنیٰ تو وہ صرف ''قبضِ تام'' ہی ہے۔ یاد رہے کہ ''توفی'' نہ ''موت'' کے لئے حقیقت ہے، نہ مجاز ہے۔ نہ ہی ''توفی'' ہر جگہ ''موت'' سے کنایہ ہے۔ نہ ہی ہر جگہ ''نیند'' سے کنایہ ہے۔ اگر ''موت'' اور ''نیند'' ان دو میں سے کسی امر کا قرینہ نہیں تو ''توفی'' صرف ''قبضِ تام'' اپنے اصل معنیٰ میں ہی محصور رہے گی۔ اور دیگر کچھ نہیں۔

اب ''خصوصی توفی'' کا قرآنِ کریم میں بیان ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یا عِیْسیٰ إني مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِّیْنَ کَفَرُوْا﴾ (آل عمران: ۵۵). ''اے عیسیٰ میں تمہیں پورے طور پر قبضہ میں لینے والا، تجھے اپنی طرف اٹھانے والا اور تجھے کفار سے پاک کرنے والا ہوں''۔ یہ قرآنی خطاب یا ربانی کلام صرف ایک معین شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہ امور صرف انہیں کی خصوصیت اور انہیں کا اعزاز ہے۔ اور اللہ تعالی کی یہ ''توفی'' صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور اس ''توفی'' کا وقت یہ ہے کہ جب وہ اپنے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے، اور دشمن یہ چاہتے تھے، کہ ان کو مار دیا جائے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَکَرُوا وُمَکَرَ اللّٰه، وَاللّٰهُ خَیْرُ المَاکِرِین﴾ (آلِ عمران: ۵۴). اب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کا مکر یا تدبیر اور تھا، اور اعداءِ نبوت کا اور۔ اعداءِ نبوت نے تو ان کا ''قتل'' اور ''صلب'' چاہا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو باقی رکھنا اور حفاظت چاہی۔ اور اللہ تعالیٰ کا مکر ہمیشہ اللہ کے دشمنوں اور نبوت کے دشمنوں پر غالب ہوتا ہے۔

اس آیتِ قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اے عیسیٰ میں تیرے ساتھ یہ کرنے والا ہوں۔ **اولاً:** ''مُتَوَفِّیْکَ'' أي ''قابضک تماماً''۔ میں مکمل طور پر تمہیں اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔ **ثانیاً:** ''وَرَافِعُکَ''۔ اور تمہیں اٹھانے والا ہوں۔ **ثالثاً:** ''ومُطَهِّرُکَ''۔ اور تمہاری تطہیر کرنے والا ہوں کفار سے۔ ان تینوں امور کے جمع کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کی ''توفی''، ''رفعِ سماوی'' سے عبارت ہے۔ آیتِ ''توفیِ عیسوی'' میں دو وجہِ تفسیر ہیں، اور دونوں درست اور حیاتِ عیسوی کی مثبت ہیں۔

پہلی: یہ کہ ''متوفیک''، ''بتمام قبضہ'' میں لینا، ساتھ ہی ''رفع'' اور ''تطہیر'' کفار سے۔ یہاں ہر لفظ اپنے اصل معنیٰ میں ہے۔ کنایہ نہیں۔

دوسری: یہ کہ ''**متــوفیک**''، ''**مـمیتک**'' سے کنایہ ہے، مگر قرینۂ موت کا مقدر کرنا ضروری ہوگا، یعنی اے عیسیٰ میں تجھے خود آسمان سے ''انزال'' اور تیری ''اجل'' آنے پر مارنے والا ہوں۔ تمہارے یہ دشمن تجھے مارنے والے نہیں۔

دونوں تفسیروں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا حال زندہ ہیں۔

مسلم مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب یہ خطاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ تھا تو اس وقت ان کی موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ وہی ہوا جو قرآن کریم کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تین چیزیں جمع کیں۔ ۱) ''**متـــــــوفیک**'' ان کو قبضہ میں لینا۔ ۲) ''**وَرَافِعُکَ**'' ان کو اٹھانا۔ ۳) ''**ومُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا**''۔ ان کی کفار سے تطہیر اور انہیں اطہار کی جگہ پر یعنی اپنے آسمان کی طرف پہنچا دینا ہے۔ البتہ وہ بھی عام انسانوں کی طرح ضرور مریں گے، مگر اپنی اجل پر جو ان کے نزولِ سماوی کے بعد ہوگی، جب تمام اہلِ کتاب دائرۂ ایمان میں داخل ہو جائیں گے۔ جیسے کہ قرآن کریم نے کہا: ﴿**وإن مـــن أهـــل الکتاب إلاّ لیؤمننّ به قبل موته، ألخ**﴾ (النساء: ۱۵۹)۔

اہم ملاحظہ برائے خصوصی توفی:

''توفیٔ عیسوی'' میں نہ قرینۂ ''موت'' ہے، نہ اس کا اثر، یعنی ''متوفّٰی'' کی روح کا ''امساک'' مذکور ہو۔ اسی طرح نہ ہی ''رات'' یا ''نیند'' کا قرینہ ہے، اور نہ ہی اس کا اثر، یعنی ''متوفّٰی'' کی روح کا ''ارسال'' مذکور ہو۔ تو یہ ''توفی'' نہ ''موت'' سے کنایہ ہے، نہ ''نیند'' سے۔

ہاں! اس ''توفی'' کے ساتھ قرآنی نص میں اس ''متوفّٰی'' کے ''رفع إلی اللہ'' اور ''کفار سے تطہیر'' ضرور مذکور ہے۔ جو ''متوفّٰی'' کو آسمان پر لے جانے اور مقامِ اطہار پر پہونچانے کے پختہ شواہد ہیں۔

مقامِ تأمل:

افسوس کہ بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی ''اجل'' سے پہلے مارنے کی ناکام سعی کرنے میں کوشاں ہیں۔انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر دینِ حق کے غلبہ اور دنیا کے سیاسی، اقتصادی اور امنی حالات کی بہتری نہیں بھاتی، جس کی خبر حضرت خاتم النبیین ﷺ نے دی ہے۔لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے نزولِ سماوی سے قبل اور ان کی ''اجل'' آنے سے پہلے مارنے والوں کی غرض اولاً ''الحاد فی آیات اللہ'' ہے۔اور ثانیاً: یہ امتِ مسلمہ کے خلاف ان کا سیاسی اور اقتصادی مکر بھی ہے۔کہ وہ خیرِ امت جس کے دین کو تمام ادیان پر غالب آنا ہے، اور جس امت کو قیامت سے پہلے پہلے تمام امتوں پر غلبہ پانا ہے اور سیادت حاصل کرنا ہے۔تو منکرینِ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم میں الحاد کر کے امتِ مسلمہ کو مایوس کرنے کی ناکام سعی کر رہے ہیں۔

لہٰذا ہم اپنی اس تالیفِ لطیف میں اس باطل نقطۂ نظر کو -ان شاء اللہ- جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کریں گے، اور ہماری طرف سے یہ امتِ مسلمہ کی عظیم عقائدی اور عمومی بشریت کی اقتصادی، امنی اور سیاسی خدمت ہوگی۔جبکہ انکارِ حیاتِ عیسیٰؑ مسلم امت اور بشریت کے خلاف ایک بین الاقوامی سازش ہے۔اور انہیں مایوس کرنے کی ناکام سعی ہے۔

الحمدللہ! ہم نے اپنی اس تالیف میں مسئلۂ ''توفی'' کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرنے میں علمی اور تحقیقی انداز اختیار کیا ہے۔اور غرض ہماری منکرینِ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو اس باب میں حق وصواب سے متعارف کرانا اور ان کی خیر خواہی چاہنا ہے۔نیز ہمارا مقصود اپنی امت کو اپنے مسلمات پر ثابت قدم رکھنا اور اپنے دین کو حاسدین کے حسد اور ماکرین کے مکر سے اور حاقدین کے حقد سے محفوظ کرنا ہے۔ہماری یہ بحث تیرہ (۱۳) یونٹ (فصل) پر مشتمل ہے۔اور ہر یونٹ (فصل) کا ایک خاص عنوان ہے۔

﴿بحث کے یونٹ یا فصولِ مبحث﴾

۱) **پہلا یونٹ (پہلی فصل):** ''توفی'' کے باب میں امتِ مسلمہ کے عقیدہ، اس کی قدر ومنزلت اور قادیانیت کے ہاں اس کی اہمیت میں۔

۲) **دوسرا یونٹ (دوسری فصل):** لغت میں مفرد اور مرکب، عمومی انسانی توفی والی آیت کے مفردات اور ان کی دلالت، خصوصی توفیٔ عیسیؑ والی آیت اور اس کے مفردات اور ان کی دلالت۔

۳) **تیسرا یونٹ (تیسری فصل):** وفاء (و ف ی) کے مشتقات اور ان کی دلالاتِ بیان کے دو اسلوب۔

۴) **چوتھا یونٹ (چوتھی فصل):** ''توفیٔ عیسوی'' میں حق وحقیقت کے افصاح کے لئے مفید موازنات۔

۵) **پانچواں یونٹ (پانچویں فصل):** مسلم مفسرین کا حیاتِ عیسیؑ، ان کے ''رفع'' اور ان کے ''نزول'' پر اجماع۔ اور آیت: ﴿يٰا عِيْسٰىٓ إنِي مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (آل عمران: ۵۵) کی تفسیرات۔
عمومی انسانی توفی کا کنائی اسلوب سے اور خصوصی توفیٔ عیسوی کا صریح اسلوب سے بیان۔

۶) **چھٹا یونٹ (چھٹی فصل):** اور یوں موازنات ہمارے سامنے ''توفی'' کی اقسام کی وضاحت کرتے ہیں۔

۷) **ساتواں یونٹ (ساتویں فصل):** اولاً: ''توفی'' کا اسناد اور موازنات کی روشنی میں مطالعہ۔

ثانیاً: مُردوں اور سونے والوں کی ''توفی'' کے مابین اور حضرت عیسیٰؑ، ''متوفّٰی''، ''مرفوع'' اور مُطہَّر کی ''توفی'' کے مابین قولِ فیصل۔

۸) **آٹھواں یونٹ (آٹھویں فصل):** اولاً: فنون کی اصطلاحات کی تعریفات جن کی کنہ وحقائق پر ہر اس طالب علیم کو مطلع ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں ملحدین کے الحاد کا معالجہ کرنا چاہتا ہے۔

ثانیاً: ان اصطلاحات کی ''توفی'' پر تطبیق۔

۹) **نواں یونٹ (نویں فصل):** لفظِ ''توفی'' میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل کی قلعی کھولنا۔

نیز لفظِ ''توفی'' کے باب میں اس حق کا اثبات جو لغتِ عربی اور قرآنی بیان کے مطابق ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

۱۰) **دسواں یونٹ (دسویں فصل):** ''توفی'' کے باب میں مرزا قادیانی کے مصنوعی قاعدہ کا قلع قمع۔

نیز مسلم مفسرین کی تفسیرات کا مآل ومقصود۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''حیات''، ان کا ''رفع'' اور ان کے ''نزول'' کا اثبات۔

۱۱) **گیارھواں یونٹ (گیارھویں فصل):** آیاتِ ''توفی'' کے مفردات اور علمی مصطلحات کی تطبیق۔

۱۲) **بارھواں یونٹ (بارھویں فصل):** مرزا قادیانی کا ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام'' کے ساتھ

باطل طرزِ عمل اور اس کا بطلان۔

۱۳) **تیرھواں یونٹ (تیرھویں فصل):** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی'' اور اس کی حکمتیں۔ نیز ''توفی'' کی کون سی نوع خصوصیتِ عیسیٰ علیہ السلام ہو سکتی ہے؟

ہم دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہماری اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے، اور اسے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام، رفعِ عیسیٰؑ اور نزولِ عیسیٰؑ کے مبارک واجماعی عقیدہ کو منکرین کے لئے قبول کرنے کی سعادت کا ذریعہ بنائے۔ اور برادرانِ ملت کو اس پر استقامت نصیب رہے۔ (آمین)۔

کتبہ:

د سعید احمد عنایت اللہ

مکہ مکرمہ / ۱۰رشوال المکرّم ۱۴۴۰ھ

پہلا یونٹ: پہلی فصل

''توفی'' کے بارے
امتِ مسلمہ کا عقیدہ، اس کی قدر و منزلت
اور قادیانیت کے ہاں ''توفی'' کی اہمیت۔

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

الحمد للّٰه رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيد الرسل وخاتم النبيين، سيدنا ونبينا ومولانا محمد، وعلىٰ آله وصحبه أجمعين. وبعد!...

يقول اللّٰه عزّ وجلّ: ﴿إذ قال اللّٰه يا عيسىٰ إنّي متوفيک ورافعک إليّ، ومطهّرک من الذين كفروا، وجاعل الذين اتّبعُوک فوق الذين كفروا إلي يوم القيامة﴾. (آل عمران: ۵۵).

ويقول اللّٰه عزّ وجلّ: ﴿اللّٰه يتوفَّى الأنفسَ حين موتِها، والّتِيْ لم تمتْ في منامِها، فيمسک التي قضٰى عليها الموتَ ويُرسِل الأخرى إلٰى أجلٍ مسمًّى﴾. (الزمر: ۴۲). ﴿صدق اللّٰه العظيم.﴾

''توفی'' عربی زبان کا کلمہ ہے، جس کا مخصوص معنیٰ ہے۔ یہ اور اس کے دیگر مشتقات قرآن حکیم اور احادیثِ نبویہ میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

اس کلمہ کی اہمیت اور اس کے استعمال میں قادیانی دجل کی وجہ سے ہم یہاں اس کلمہ کی ہر پہلو سے مفصل شرح کریں گے اور سلف سے خلف تک اس کلمہ کے صحیح مفہوم کو بیان کریں گے۔

ہم اس بحث سے متعلق درجِ ذیل آیاتِ قرآنی میں دعوتِ تأمل دیتے ہیں۔

پہلی آیت:

﴿إذ قال اللّٰه يا عيسىٰ إنّي متوفيک، ألخ﴾. (آل عمران: ۵۵).

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے جن انعاماتِ خصوصیہ کا ذکر ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- ﴿إنّي متوفيك﴾ میں آپ کی توفی کرنے والا ہوں، (یعنی پورے طور پر آپ کو قبضہ میں لینے والا ہوں)۔

۲- ﴿رافعك إليّ﴾ میں آپ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

۳- ﴿ومطهرك من الذين كفروا﴾ آپ کو آپ کے منکرین سے پاک کرنے والا ہوں۔

۴- آپ کے اتباع کو تا قیامت آپ کے منکرین پر فوقیت دینے والا ہوں۔

یہ آیتِ قرآنی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی''، جس میں ان کا رفع اور تطہیر بھی ہے- کے بیان پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم میں وارد لفظ ''إذ'' اس مخصوص توفی کے قصہ کے زمانہ ماضی میں واقع ہونے کو بتا رہا ہے۔

دوسری آیت:

﴿اللّٰه يتوفَّى الأنفسَ حين موتِها، والّتِيْ لم تمتْ في منامِها، فيمسك التي قضٰى عليها الموتَ ويُرسِل الأخرى إلٰى أجلٍ مسمًّى﴾. (الزمر: ۴۲).

اس آیت میں باری تعالیٰ نے بشر کی اسی عمومی توفی کا ذکر فرمایا ہے۔ جو رات دن وقوع پذیر ہو رہی ہے۔ جس کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔

۱) نفوس بشریہ کی وہ توفی جو بوقتِ موت واقع ہوتی ہے۔ پھر ان کی ارواح کو روک لیا جاتا ہے۔

۲) وہ توفی جو نفوسِ بشریہ پر نیند کے وقت طاری ہوتی ہے۔ وہ مرے ہوئے نہیں ہوتے،

پھران کی ارواح کوایک مدت تک کے لئے چھوڑ دیا جا تا ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت عمومی توفیٔ بشر کے بیان پر مشتمل ہے، جو برابررات، دن ان پر طاری ہوتی رہتی ہے۔موت کے وقت اور نیند کے وقت واقع ہونے والی ''عمومی بشر کی توفی'' کو قرآن حکیم نے ''یتوفیٰ'' ،فعل مضارع سے تعبیر کیا ہے۔

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلقہ توفی کو قرآن حکیم نے ''متوفٍ'' توفی کرنے والا، (اسم فاعل) سے تعبیر کیا ہے۔

ان آیاتِ قرآنی کے اسلوبِ بیان ہی کی روشنی میں ہمارے اس مقالہ کا عنوان ''بیانِ قرآن درعمومی توفیٔ بشر اور توفیٔ خصوصی حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' رکھا گیا ہے۔

تنقیحِ موضوع:

''توفی'' یہ لفظ لغتِ عرب اور قرآن وسنت میں وارد ہوا ہے۔اور ذی روح اور غیر ذی روح ہردو کی توفی پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ذی روح تو وہ ہیں، جہاں زندگی وموت کا تصور ہو۔ اور غیر ذی روح وہ جہاں زندگی اور موت کا تصور ہی نہیں۔ ہر دو کی توفی کا ذکر لغتِ عرب اور قرآن وسنت میں موجود ہے۔

لفظِ ''توفی'' کا مفصل تجزیہ:

''توفی'' عربی زبان کا کلمہ ہے۔جس کا اپنا خصوصی مادّۂ اشتقاق ہے۔اور اسی کی رُو سے اس کا اپنا مخصوص لغوی معنی ہے۔

''توفی'' کے مشتقات قرآن کریم، سنتِ نبوی اور عرب محاورات میں استعمال ہوتے

ہیں۔

''توفی'' سے مراد اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' ہو، تو امت مسلمہ کے عقائد میں اس کا مخصوص مدلول اور نہایت ہی اہم مقام ہے۔ جبکہ قادیانیت کے ہاں توفی عیسیٰ علیہ السلام کا ایک خودساختہ مخصوص مدلول ہے۔ نیز اس کی قادیایت کے ہاں بڑی اہمیت بھی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کا ذکر ہم ''توفی'' کے بارے میں چند اہم تأملات کے ذکر کے بعد کریں گے۔

''توفی'' کا معنی و مدلول جاننے کے لئے ضروری تأملات:

''توفی'' کے لغتِ عرب میں معنی اور قرآن کریم اس کے مختلف مأ صدقات و مدلولات تک پہنچنے کے لئے مندرجہ ذیل امور پر مطلع ہونا ضروری ہے۔

۱- ''توفی'' کا مادّۂ اشتقاق، اسکا معنی اور مقتضیٰ:

''توفی'' کا مادّۂ اشتقاق ''وف ی'' ہے۔ عربی میں کہتے ہیں: ''وفیٰ، یفی، وفاء''۔ ''وفاء'' جس کا معنیٰ ''تمام ہونا'' اور ''پورا ہونا'' ہے۔ اسی طرح ''وف ی'' سے ''اُوفیٰ'' اور ''ایفاء'' ہے۔ جس کا معنیٰ ''اتمام'' پورا کرنا۔ اور ''اکمال'' پورا کرنا ہے۔

''توفی'' ''وفاء'' سے ہی ''تفعل'' کے وزن پر مصدر ہے۔ عربی میں کہتے ہیں: ''توفّٰی'' ''یتوفّٰی'' ''توفیاً''۔ اور ''توفی'' کا معنیٰ ''کسی شیٔ کو پورا پورا اخذ کرنا۔ اور اسے بتمام قبضہ میں لے لینا ہے''۔ عربی کا کلمۂ ''استیفاء'' ''توفی'' کا مرادف ہے۔

مقتضیٰ:

لغوی طور پر تو اس مادّہ کا تقاضا ہے کہ جب بھی اس کے مشتقات میں سے کوئی استعمال ہو، تو

اس میں تمام ''اتمام''، ''اکمال'' اور ''استیفاء'' ضرور پایا جائے۔

۲- ''توفی'' کا فاعل ومفعول:

''توفی'' کا فاعل کبھی ''اللہ تعالیٰ'' ہوتا ہے۔ اور کبھی ''غیر اللہ''۔ اسی طرح ''توفی'' کا مفعول کبھی ''ذی روح''۔ اور کبھی ''غیر ذی روح'' ہوتا ہے۔

۳- قرآن کریم میں وارد ''توفی'' اور ''وفاء'' کے مشتقات پر نظر:

قرآن کریم اور لغتِ عرب میں ''وف ی'' کے مشتقات مختلف صیغوں میں وارد ہیں:

''ماضی'' کے صیغوں میں۔ جیسے: "وفى"، "أوفٰى"، "وفّي"، "وُفّيت"، "توفّت"۔

''مضارع'' کے صیغوں میں۔ جیسے: "يتوفّٰى"، "يتوفّون"، "توفّون"، "توفّون"۔

''امر'' کے صیغوں میں۔ جیسے: "أوفوا"۔

''اسم فاعل'' کے صیغوں میں۔ جیسے: "متوفّي"۔

ملحوظہ: ''توفی'' اپنے اشتقاق سے لحاظ سے پورے طور قبضہ میں لینا ہے، جو کبھی غیر روح کی ہوتی ہے۔ اور کبھی ذی روح کی۔

۴- ''غیر ذی روح'' کی ''توفی'' قرآن ولغت میں:

قرآن کریم میں ہے: ﴿وإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ الخ۔ (آل عمران: ۱۸۵)۔ ''تم روزِ قیامت پورے طور پر اپنے اجور دیئے جاؤ گے''۔

اس میں ''توفی'' کا مفعول ''اجور'' ہیں۔ جس میں نہ روح ہے۔ نہ موت وحیات کا تصور۔

لغت میں کہتے ہیں: "توفّيتُ الثَمنَ" ۔ ''میں نے پوری قیمت وصول کر لی''۔ اس میں

''توفی'' کا مفعول ''ثمن'' (قیمت) ہے۔ جس میں روح اور حیات وموت کا تصور ہے ہی نہیں۔

۵۔ ''توفی'' ذی روح کی، اور فاعل اللہ تعالیٰ۔ یا فاعل اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے ''رسل'' اور ''ملائکہ'' اس کا قرآن میں وارد ہے۔

٦۔ ''توفی'' بتامہ قبضہ میں لینا ہے۔ وہ جس حالت میں ہو، اور جس کی بھی ہو، اس کا فاعل جو بھی ہو، اور اس کا مفعول جو بھی؟

۷۔ لفظِ ''توفی'' لغت میں ہرگز ہرگز ''اماتۃ'' موت دینے، اور ''انامۃ'' نیند دینے، اور ''رفع'' اوپر اٹھا لینے کے مرادف نہیں۔

۸۔ ''توفی'' کا لفظ مذکورہ سبھی معانی (یعنی مارنا اور نیند کرنا، اٹھانا) پر مخصوص قرائن کی وجہ سے صادق ضرور آتا ہے۔

۹۔ ''توفی'' بیک وقت ان تمام ماٗ صدقات کو شامل نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک وقت میں ان میں سے صرف اس ایک معنی کے لئے خاص ہوگا۔ اور وہ ہے جس کا قرینہ ہے۔

قرآن کریم اور ''توفی'' کا صدق متعدد حقائق پر:

''توفی'' قرآن کریم میں متعدد یا مختلف حقائق پر صادق آتی ہے۔ لہٰذا اہل علم کے ہاں یہ ''جنس'' کہلاتی ہے۔

پھر فردِ معیّن کی تعیین کیسے؟

''توفی'' کے مختلف ماٗ صدقات میں کونسا فرد مراد ہے، پھر صرف وہی متعین ہوگا؟ اور وہ ہے جس کے قرائن وشواہد ہوں۔ چاہے لفظی ہوں یا غیر لفظی۔ رہا ''توفیٔ قرآنی''، ''توفیٔ عیسوی'' کا مدلول کیا ہے؟ تو سب سے بڑھکر شاہد اس کا یہ ہے۔ کہ:

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت نبی خاتم ﷺ کو قرآن اور بیانِ قرآن ہر دو عطا فرمائے ہیں۔ اسی بیان کو حضراتِ صحابہٗ کرام نے آنحضرت ﷺ سے سن کر محفوظ کرلیا۔ پھر اسے اپنے تلامذہ کو بتلایا۔ جسے اہلِ تفسیر حضرات نے کتبِ تفاسیر میں ثبت فرما دیا۔ اور امت میں سندِ متصل سے منقول ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور ''توفی'' کے اسی مدلول پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔

لہٰذا ''توفی'' ہو یا دیگر کوئی بھی شرعی باب ان میں اس کے نصِ شرعی کے مدلول کے تعیّن میں لغت کی رعایت، بیانِ شارع کی پاسداری ضروری ہے۔ اگر کوئی اس لفظِ قرآنی ''توفی'' کا مدلول اپنی طرف سے لغت کے خلاف اور نقل کے معارض پیش کرے گا۔ تو یقیناً یہ الحاد فی آیات اللہ میں شمار ہوگا۔ ایسے شخص میں انسانیت کے ساتھ خیر خواہی ہے، نہ اللہ اور رسول کے ساتھ، نہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ۔ نہ یہ دینداری ہے۔ کیونکہ نبیٔ خاتمؐ کا ارشاد ہے: ''دین تو خیر خواہی کا نام ہے''۔ پوچھا گیا کس کے ساتھ؟ تو فرمایا: اللہ کے ساتھ، اللہ کے رسول کی کتاب کے ساتھ، اور مسلم خواص وعوام کے ساتھ''۔

لہٰذا ''توفی'' کے باب میں لغتِ عربی میں اسکے مادہ اشتقاق اور قرآنی اسلوبِ بیان کی رعایت نہ کرنا، دراصل ''توفی'' کے مفہوم ومدلول میں تلبیس کرنے کی بڑی ہی قبیح سازش ہے۔ جو اللہ ورسول اللہ اور عمومی انسانیت کے ساتھ عظیم خیانت ہے۔

۱۰- قرآن کریم میں عمومی بشریت کی ''توفی'' کے بیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی توفی ہر دو توفیوں کے اسلوبِ تعبیر کا مطالعہ کرنا، ہمیں بتاتا ہے کہ قرآنی ''توفی'' کے

مندرجہ ذیل تین مصداق ہیں۔

۱- ''اماتۃ'' موت دینا، یا ''توفی موت''۔ یہ ''توفی'' صرف موت کے وقت، یا اجل آجانے ہی پر ہوتی ہے۔ یہ ''توفی''، بشمولِ عیسیٰ علیہ السلام تمام بنی نوعِ بشر کو عام ہے۔ یہ ''توفی''، کسی کی اجل سے پہلے نہیں ہوتی۔

۲- ''انامۃ'' سُلا دینا، یا ''توفی نوم''۔ یہ بھی بشمولِ عیسیٰ علیہ السلام تمام بنی نوعِ بشر کو عام ہے۔

☆ ان دونوں توفیوں کو قرآن کریم نے عمومی خطاب سے یوں بیان کیا ہے۔ ﴿اللّٰــــہ یتوفی الأنفس ألخ﴾۔

۳- ''رفع'' اٹھالینا، یا ''توفی رفع'' یہ توفی صرف ایک انسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ دیگر کوئی بشر اس ''توفی رفع'' میں ان کا شریک نہیں ہے۔

☆ اسے قرآن نے مخصوص خطاب سے یوں بیان کیا ہے۔ ﴿یا عیسٰی إني متوفیک ألخ﴾۔

قرآنی توفی (جنس) کی نوع اور متوفٰی کی حالت کیسے متعیّن ہوگی؟

''توفی'' کے باب میں قرآن کریم کا اسلوبِ بیان قاریٔ قرآن پر ''توفی'' کی مراد متعیّن کرنے کے لئے واضح قرائن وشواہد پیش کرنا ہے۔ کہ لفظِ ''توفی'' کی مراد متعین ہو۔ کہ آیا وہ ''اماتۃ'' ہے، ''انامۃ'' ہے، یا ''رفع'' ہے؟ تو یوں اس کے ''متوفِی'' اسم فاعل کی مراد کی بھی اسی اعتبار سے تعیین ہوگئی۔ اور لفظِ ''متوفٰی''، اسم مفعول کی مراد کی بھی اسی اعتبار سے تعیین ہوگی۔ پہلی صورت میں جب ''توفی''، توفیٔ موت ہے۔ تو ''متوفِّی''، مُمیت ہے۔ اور ''متوفّٰی'' میت۔ اور

دوسری صورت میں جب ''توفی'' توفیٔ نوم ہے۔تو ''متوفِّی'' منیم ہوگا، اور متوفّٰی'' نائم ہوگا۔

تیسری صورت میں جب توفی ''توفیٔ رفع'' ہے، تو متوفِّی ''رافع'' (اٹھانے والا) اور متوفّٰی ''مرفوع'' (اٹھایا ہوا) ہوگا۔

نیز ہر صورت میں ''توفی'' قبض تام ہی ہوگا۔اور ''متوفِی'' قابض تام، اور ''متوفٰی'' بتمامہ مقبوض۔کوئی قبضِ تمام سے خارج نہ ہوگا، قبضہ کی کوئی سی بھی نوع۔

۱۱- قرآن کریم میں اسنادِ ''توفی'':

قرآن کریم میں ''توفی'' کی اسناد اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ کی طرف بھی ہے۔مگر ''اماتۃ'' مارنا، اور ''انامۃ'' سلانا، ان کی نسبت غیر اللہ کی طرف نہیں ہے۔لہٰذا دونوں ''اماتۃ'' اور ''توفی'' مترادف نہیں ہوسکتے۔

امورِ مذکورہ کے استحضار کا فائدہ:

اگر امور کی مذکورہ کا استحضار رہے گا، تو طالبِ علم کو ''توفی'' کے مدلول و معنی پر بصیرت حاصل ہوگی۔وہ کبھی بھی تلبیس و خلط کرنے والے کی تحریف سے متأثر نہ ہوگا۔ بلکہ بآسانی اس پر مطلع ہوکر اسکا ردّ کرنے کی صلاحیت کے شرف سے بھی مشرف ہوگا۔ان امور کی رعایت نہ کرنے والا خلطِ مبحث کا شکار ہوگا۔

''توفی'' اور قادیانی خلط اور اسکا سبب:

قادیانیت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' میں خلط و تلبیس کی سعی کیونکر کی؟ اب اسکا سبب بھی جانئے۔ بانیٔ قادیانیت مرزا غلام احمد قادیانی اپنی عمر کے باون (۵۲) برس تک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، ان کے رفعِ سماوی، ان کے وہاں سے نزول اور اس دنیا میں دوبارہ آمد ان جملہ امور کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتا تھا جو امت مسلمہ کا ہے۔ وہ عقیدہ اس نے ''براہینِ احمدیہ'' میں ثبت بھی کر دیا۔

مگر جب اس نے خود کے لئے مسیحیت کا دعویٰ کیا، تو چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، ان کے رفعِ سماوی اور ان کے نزول کے ہوتے ہوئے یہ امر ممکن نہ تھا۔لہٰذا وہ ان امور کا منکر ہو گیا۔ پھر اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' کو ان کے ''اماتۃ'' (موت دینے) پر حمل کیا۔اس کو یہ زعم باطل تھا، کہ اگر وہ اس امر میں کامیاب ہو جائے تو شاید اس کی مسیحیت کو کچھ سہارا مل جائے؟ پھر وہ اپنے اس نگرانِ اعلیٰ کے اہداف کو پورا کر سکے۔جس نے اسے ان دعووں کے لئے تیار کیا تھا۔ چونکہ امت مسلمہ عالمی کفر کے تمام تر دباؤ کے باوجود حیاتِ مسیح اور نزولِ مسیح اور ان برکاتِ سماویہ پر پختہ یقین رکھتی ہے، جو نزولِ مسیح سے متعلقہ ہیں۔جن میں امت کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔

لہٰذا خیر امت میں بے ہمتی پیدا کرنے اور اس میں مایوسی پھیلانے کے لئے جو کردار قادیانی ''توفی'' کا ہوسکتا ہے، کسی دیگر نظریہ کا نہیں ہوسکتا۔ اور یوں قادیانیت اور اس کے نگرانوں کے ہاں ''توفی'' کے اسلامی مفہوم میں تشویش پیدا کرنا ہی عالمی کفر کی سب سے بڑی سیاسی خدمت ہوسکتی تھی۔جس کے لئے بانیٔ قادیانیت نے یہ ناکام سعی کی۔

قادیانیت اور ''توفی'' کی اہمیت:

''توفی'' اور اس کا مخصوص قادیانی مفہوم و مدلول، قادیانی ادب میں اپنی خاص اہمیت کا حامل ہے۔''توفی'' کا لفظ ہر قادیانی کے زدِ زبان رہتا ہے۔قادیانی ذرائع ابلاغِ عامہ اس کی

ترویج کرتے ہیں۔ قادیانی مربّی ہمیشہ اسے موضوعِ سخن بناتے ہیں۔ قادیانی عرب ہو یا عجم، لکھے پڑھے ہوں یا ان پڑھ۔ ’’توفی‘‘ ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ اور سبب وہی امت مسلمہ میں مایوسی کی فضاء پیدا کرنا۔ اسے اس کے روشن مستقبل سے ناامید کرنا ہے۔

لہٰذا ’’توفی‘‘ کے موضوع میں ہمارے طلبہ کو خوب محنت کر کے اسے آسان سے آسان بنانے اور عوام وخواص کو اس کے لئے تیار کرنا ہوگا۔ یہ امت مسلمہ کی اس دَور میں سب سے بڑی سیاسی، اقتصادی اور امنی خدمت ہے۔ اسی سے ہم نے اس موضوع کو خوب شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسرا یونٹ: ﴿دوسری فصل﴾

لغت میں مفرد اور مرکب، عمومی انسانی توفی والی آیت کے مفردات اور ان کی دلالت، خصوصی توفیِ عیسیٰؑ والی آیت اور اس کے مفردات اور ان کی دلالت۔

﴿لفظِ مفرد اور اس کی دلالت ۔ مفرد، مرکب میں مقارنہ﴾

☆ مفرداتِ آیتِ توفی برائے عمومِ بشر کی تحلیل و تجزیہ۔

☆ مفرداتِ آیتِ توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام کی تحلیل و تجزیہ۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی اور اس کے مفردات مانع ہیں کہ ان کی ''توفی'' کو اس وقت کہ ''اماتۃ'' پر حمل کی جائے۔

تمہید:

مفرد لفظ، مفرد معنی پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ اگر مفرد ہو تو معنی مرکب نہیں ہو سکتا۔ مرکب معنی کے لئے مرکب لفظ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ امر تمام نبی نوع اور ان کے عقلاء کے ہاں مسلّمہ ہے۔ اس رُو سے ''توفی'' مفرد کلمہ ہے۔ جس کا معنی بھی مفرد ہے۔ اور وہ ہے ''بتمام قبضہ میں لینا''۔ اسی طرح ''توفی الأنفس'' مرکب لفظ ہے۔ جس کا معنی ہے ''ارواح کو بتمام قبضہ میں لینا''۔ اب ہم اس عمومی ضابطہ کے تحت 'زمر' کی آیتِ ''توفی'' جو عمومِ بشر کی ''توفی'' کو بیان کرتی ہے۔ اور ''آل عمران'' کی آیتِ ''توفی'' جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی توفی کو بیان کرتی ہے۔ ہر دو کے مفردات کی تحلیل و تجزیہ کرتے ہیں۔

آیتِ ''زمر'' پہلا جزء اور اس کے مفردات یوں ہے:

نصِ قرآنی ہے: ﴿اللّٰه یتوفّی الأنفس حین موتها .... إلی قوله تعالی: فیمسک التی قضٰی علیه الموت﴾۔ اس جزء میں وارد فعل مضارع ''یتوفّٰی'' ''توفی'' کے عمل کے حدوث و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اب ان مفردات کو مع ان کے معانی کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

١- ''یتوفّٰی'' اسکا معنی ہے۔ وہ بتمام قبضہ میں لینا ہے۔
٢- ''الأنفس'' // // //۔ ارواح۔ یہ جمع ہے، اسکا مفرد ''نفس'' ہے۔
٣- ''حین'' // // //۔ وقت۔
٤- ''الموت'' // // //۔ موت۔
٥- ''یمسک'' // // //۔ اللہ تعالیٰ ''روک لیتا ہے''۔
٦- ''ها'' // // //۔ وہ نفوس جو بتمام اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔

اس جزء کے مجموعہ کلام کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نفوسِ بشریہ کو ان کی موت کے وقت بتمام قبضہ میں لے لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا فیصلہ کر لے ان کو روک لیتا ہے''۔ ''توفی'' کی یہ صورت ''توفیٔ موت'' کہلاتی ہے۔ اور اس ''توفی'' میں ''متوفّٰی'' میت ہوتا ہے۔

اس آیتِ قرآنی میں موجود مفردات ہی نے اس ''توفی'' کا مدلول متعیّن کیا ہے کہ ''توفی نفوسِ بشریہ'' موت کے وقت ''متوفّٰی'' کو موت دینے سے کنایہ ہے۔ اس میں یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ کہ ان کی اجل آنے پر ان کی ''توفی'' ان کا ''اماتۃ'' ہی ہوگا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ ''توفی'' تا حال واقع نہیں ہوئی۔ نہ اس کا ذکر قرآن وسنت میں کہیں موجود ہے۔

دوسرا جزء اور اسکے مفردات:

اسی آیت کا دوسرا جزء یہ نصِ قرآنی ہے: ﴿والتي لم تمت في منامها .... ويرسل ألخ ﴾۔ ترجمہ: ''اور وہ نفوس جو مرے نہیں، ان کی توفی ان کی نیند میں کرنا ہے۔ پھر انہیں چھوڑ دینا ہے''۔

اس کے مفردات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ''یتوفّٰی'' اسکا معنی ہے۔ وہ بتمام قبضہ میں لینا ہے۔ (اس پر حرفِ عطف ''واؤ'' دال ہے)۔

۲۔ ''الأنفس'' یہ ''نفس'' کی جمع ہے ہے، اور اس سے مراد انسانی نفوس ہیں ہے۔

۳۔ ''لم تمت'' جو میت نہیں۔

۴۔ ''المنام'' نیند کا وقت۔

۵۔ ''یرسل'' چھوڑ دیتا ہے۔

اس نصِ قرآنی کے مجموعہ کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نفوسِ بشریہ کو جو مرے نہیں، ان کی نیند کے وقت بتمامہ قبضہ میں لیتا ہے، پھر انہیں چھوڑ دیتا ہے۔ اس جزء کے مفردات ہی ہیں جنہوں نے اس ''توفی'' کا مدلول متعیّن کیا ہے۔ کہ یہ ''توفیٔ انامہ'' ہے۔ یعنی ''متوفی'' کو سلانا ہے۔ یا یہ ''توفی'' سلانے سے کنایہ ہے۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کا ان کی نیند کے وقت ان کی یہی ''توفی'' فرماتا ہے۔ کہ انہیں سلاتا ہے۔ بعینہ جس طرح نفوسِ بشریہ کو سلانا ہوتا ہے۔

انسانی عمومی ''توفی'' کی دو نوع جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شامل ہیں:

یہ بھی عمومی ضابطہ ہے کہ ''عام'' خاص میں داخل نہیں ہوتا۔ مگر خاص، عام میں داخل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ معروف ہے کہ ''رسول'' خاص اور ''نبی'' عام ہے۔ ''رسول'' نبی ہوتا ہے۔ مگر ''نبی'' رسول نہیں۔ یا ''انسان'' عام ہے۔ ''مرد'' خاص ہے۔ تو ہر مرد تو انسان ہوگا، مگر ہر انسان مرد نہیں۔ اور اسی طرح قرآن کریم کی سورت ''زمر'' کی وہ آیت جس میں بشر کی عمومی توفی کی دو نوع (۱) اماتہ یا توفی موت کا اپنے قرینہ کے ساتھ۔ (۲) ''انامہ'' یا ''توفی نوم'' کا اپنے قرینہ کے ساتھ ذکر ہے۔ ان دونوں توفیوں میں حضرت عیسیٰؑ داخل بھی ہیں۔ کہ اجل پر ان کی ''توفی'' مارنا ہے۔ نیند میں ان کی ''توفی'' انامہ ہے۔ دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شامل ہیں، کہ وہ بھی ایک بشر ہیں۔ مگر شرط وہی ہے جو قرآن نے طے فرمائی، کہ یہ توفی اجل آنے پر۔ یا ''حین الموت'' توفی ''اماتۃ'' ہے، موت دینا۔ اور بحالتِ نوم یہ توفی ''انامہ'' یعنی نیند دینا ہے۔ مگر یہ دونوں توفیاں ہرگز ہرگز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہیں بن سکتیں۔ کہ ان میں تو تمام بشر ان کے شرکاء ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نعمتِ خاصہ بننے والی تو ان کی وہ خصوصی توفی

ہے، جس میں دیگر کوئی اس توفی میں ان کا شریک نہیں ہے۔ جس توفی میں توفی کے ساتھ ساتھ ان کا رفع اور ان کی تطہیر، یہ تینوں امور جمع ہیں۔ صرف یہی توفی ان کا خاصہ ہے۔

عموم وخصوص کی دلیل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عمومی توفی میں شریک ہونا، تو اس کی دلیل تو اللہ تعالیٰ کا یہ عمومی خطاب ہے: ﴿**اللّٰہ یتوفّی الأنفس حین موتھا، والتي لم تمت في منامھا**﴾۔ کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت انسانی نفوس کو مارتا ہے۔ اور نیند کے وقت سُلا دیتا ہے۔ اس سے کسی کا استثناء نہیں۔ ہم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی توفی نفی کرتے ہیں، وہ اس لئے ہے کہ ان کی اجل تا حال نہیں آئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی توفی کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿**إذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ إنّي متوفیک ورافعک إليّ، ومطھّرک من الذین کفروا، وجاعل الذین اتّبعُوک فوق الذین کفروا إلي یوم القیامۃ**﴾. (آل عمران: ۵۵).

خصوصی خطابِ ربانی کے محتویات میں تأمل:

اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی خطابِ ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام''۔ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

اولاً: ''توفی'' کی یہ نوع اللہ تعالیٰ کے ایک ہی بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ دیگر بنی نوعِ بشر کے لئے نہیں۔ لہٰذا یہ ''توفی + رفع + تطہیر'' حضرت عیسیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ دیگر کوئی بشر اس میں ان کا شریک نہیں۔

ثانیاً: قرآنی نص جو توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام میں وارد ہے۔ اس میں ''متــــوفٍّ''، اسم فاعل

ہے۔ پھر ''ک'' خطاب ہے۔ اور معنیٰ یہ ہے ''میں تمہاری توفی کرنے والا ہوں''۔ ''متوفی'' یہ اسم فاعل ہے، جس میں حدوث واستمرار نہیں ہوتا۔ یہاں پر ''یتوفّٰی''، فعل مضارع کا لفظ ہے ہی نہیں۔ جس میں کہ حدوث واستمرار ہوتا ہے۔

لہٰذا ''متوفٍ'' ایک ہی بار، ایک ہی مخاطب کی ''توفی'' پر صادق آ گیا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ مگر ''یتوفّٰی'' تو بار بار ''توفی'' کرنے کا مقتضیٰ ہے۔ جو کہ تمام نبی بشر کے لئے ہے۔ (اور شب وروز، ابتدائے انسانیت سے ایسا ہو رہا ہے)۔

ثالثاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' میں ''قرینہ موت'' کا ذکر ہے، نہ قرینہ نوم کا، کہ ان کی ''توفی'' کو ''اماتۃ'' یعنی ''توفی موت'' پر یا ''انامۃ'' توفی نوم پر حمل کیا جا سکے۔

رابعاً: موردِ ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام'' کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اپنے دشمنوں میں گھرا ہوا شخص اس کی ''توفی'' تو اس کی حفاظت کی خاطر ہے۔ جو اسے پورے طور قبضہ میں لینا ہو۔ نہ کہ اسے موت دینا۔ یا سلا دینا ہو، بلکہ ایسی ''توفی'' ہو، جو غلبۂ تدبیر ربانی اور حیات عیسوی کی حفاظت کا مظہر ہو۔ اور وہ صرف ''توفیٔ رفع'' ہی ہے۔

ملحوظہ:

یاد رہے کہ سلف وخلف کے جن اہلِ علم نے آیتِ توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام میں ''متوفیک'' کو ''ممیتک''، ''موت دینے والا ہوں'' پر حمل ہے، انھوں نے بھی واقعہ مکر یہود اور اس موقف عیسوی کا خیال رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود کے مکر کے وقت میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ''رفع'' کو ثابت کیا، پھر جب آسمان سے ان کا نزول ہوگا اور ان کی اجل آئے گی۔ تو اس وقت پیش آنے والی موت پر انہوں نے اسے حمل کیا ہے۔ اور یہ الفاظ مقدر مانے ہیں، ''میں تجھے موت دینے والا ہوں، تجھے آسمان سے اتارنے

کے بعد۔ اور یہ لوگ اس پر قادر نہیں کہ تمہیں قتل کریں، یا سولی پر لٹکائیں''۔ تو یہ تفسیر بھی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام، رفعِ عیسیٰ علیہ السلام اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی مثبت اور عقیدہ امت مسلمہ کی مؤید ہے۔

توفی آیتِ عیسیٰ علیہ السلام کے مفردات پر نظر برائے تأمل:

آیتِ ''آل عمران'' یعنی ﴿یٰا عیسٰی إنّي متوفیک ورافعک إليّ ومطهّرک من الذین کفروا﴾ میں مندرجہ ذیل مفردات وارد ہوئے ہیں:

۱- ﴿یٰا عیسٰی﴾ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخصوص خطاب ہے۔
۲- ﴿إنّي﴾ متکلم ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔
۳- ﴿متوف﴾ بتمام قبضہ میں لینے والا۔
۴- ﴿ک﴾ مخاطب حضرت عیسیٰ علیہ السلام (صرف ان کی روح نہیں)۔
۵- ﴿رافع﴾ اٹھانے والا۔ (رفع کرنے والا خود اللہ تعالیٰ)۔
۶- ﴿ک﴾ مرفوع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ گرامی۔
۷- ﴿رافع إليّ﴾ اپنی طرف۔
۸- ﴿مطهّر﴾ پاک کرنے والا (تطہیر کرنے والا اللہ تعالیٰ)۔
۹- ﴿ک﴾ مطہَّر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ گرامی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی میں وارد نص قرآنی اس بات پر صریحاً دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی توفی میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ ''اے عیسیٰ میں تمہیں بتمام قبضہ میں لینے والا ہوں''۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتمام مقبوض ہیں۔

''اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''۔ تو مرفوع بھی وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جو بتمام مقبوض ہیں۔

''اور تجھے پاک کرنے والا ہوں''۔تو یہ مطھَّر پاک ہونے والے بھی وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، جو بتمام مقبوض ہیں، اور مرفوع ہیں۔

لہٰذا اس نصِ قرآنی کے صریح بیان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتمام مقبوض، مرفوع اور مطھّر ہیں۔لہٰذا ''توفیٔ عیسی علیہ السلام'' والی یہ آیت ان کے لئے تینوں امور (۱) ''بتمام قبضہ۔(۲) رفع۔(۳) تطہیر'' کے جمع ہونے پر نص قطعی ہے۔کیونکہ اس میں ''توفی''، ''رفع''، ''تطہیر'' اور لفظِ ''واؤ'' برائے جمع موجود ہیں۔اور یوں یہ نص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی قطعی طور پر مثبت بھی ہے۔

مفرداتِ آیتِ توفیٔ عیسی علیہ السلام کا ماحصل مندرجہ ذیل امور ہیں:

☆ یہ خصوصی ''توفی'' جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔اسے عمومی بشر کی توفی پر حمل نہیں کیا جا سکتا، نہ یہ ''متوفّٰی'' اس وقت اس میں داخل ہوگا۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' بذاتِ خود ایک مخصوص نوع ہے۔جس میں تین امور جمع ہیں۔''توفی''، ''رفع''، ''تطہیر''۔یہ عمومی بشر جیسی ''توفی'' نہیں ہو سکتی۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کو ''إماتۃ'' موت دینے کی توفی پر حمل نہیں کر سکتے ہیں، کہ اس کے لئے تو ''**حین الموت**'' اور ''**إمساک**''، قرینہ ہونا ضروری ہے۔جو یہاں نہیں ہے۔

☆ اس ''توفی'' کو ''انامۃ'' سلانے کی ''توفی'' پر بھی حمل نہیں کر سکتے کہ اس کے لئے تو ''**فـــي المنام**'' اور ''**إرسال**'' کا قرینہ ہونا ضروری ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''رفع'' کو ''روحانی رفعت'' پر بھی حمل نہیں کر سکتے، جس کی دو ظاہری وجہ ہیں۔

۱) لفظِ ''رفع'' کو اسکے اصل معنیٰ ''اوپر اٹھانے'' سے پھیرنے کا کوئی قرینہ نہیں۔

۲) اگر ''رفع'' روح کا ہو، تو یہ ''رفع'' جزئی ہے۔ناقص مقبوض کا ''رفع'' ہے۔مگر یہاں تو

رفع اس کا ہو رہا ہے، جو بتمام مقبوض اور روح و جسد سمیت قابض کے قبضہ میں ہے۔

☆ ''روحانی رفع'' یہ ''جزئی رفع'' ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمام انبیاء، شہداء، صالحین سبھی کو یہ روحانی رفع حاصل ہے۔ اگر یہاں بھی یہ مراد ہو تو اللہ تعالیٰ کا خصوصی خطابِ ربانی ''رافعک'' (العیاذ باللہ) بے معنی ہو جائے۔ جو مستحیل امر ہے۔ لہٰذا اسے ''جزئی رفع'' پر حمل کرنا ممتنع ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کفار سے ''تطہیر'' کو بھی ''روحانی تطہیر'' پر بھی دو ظاہری وجہ سے حمل نہیں کیا جا سکتا۔

۱) تطہیر کو ''روحانی تطہیر'' پر حمل کرنے کا کوئی قرینہ نہیں۔

۲) شخصِ عیسیٰ علیہ السلام مطہّر ایسا شخص ہے، جو بتمامہ مقبوض ہے۔ تو ''روحانی مطہّر'' ہرگز ''متوفّٰی''، یعنی بتمام مقبوض نہیں ہو سکتا، وہ تو ''جزئی مطہّر'' ہوگا۔

☆ ''جزئی تطہیر'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہیں بن سکتی ہے۔ ورنہ ''مطہّرک'' کا خصوصی خطابِ ربانی (العیاذ باللہ) بے معنی ہو جائے گا۔

☆ لفظ ''متوفیک'' اس امر کو مانع ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' کے باب میں وارد ان کے ''رفع'' کو ''روحانی رفع'' پر، اور ان کے باب میں وارد ان کی ''تطہیر'' کو تہمتوں سے پاک کرنے پر حمل کیا جائے۔

عمومی بشر کی توفی میں سے جو شب و روز واقع ہوتی رہتی ہے، اس کی دو نوع ''اِماتۃ'' اور ''انامۃ'' میں سے کونسی ''توفی'' حضرت عیسیٰؑ کی خصوصی ''توفی'' جو کہ مکرِ یہود کے زمانہ میں واقع ہو چکی ہے، جمع ہو سکتی ہے؟ اور کس کا جمع مستحیل ہے؟

یہ امر تو واضح ہے کہ قرآن کریم میں عمومی بشر کی ''توفی'' میں کہیں ''اماتۃ'' اور کہیں ''انامۃ''

مراد ہوتے ہیں۔یعنی جس نوع کا قرینہ موجود ہو، وہی مراد ہوتی ہے۔مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی توفی ،جس میں ان کا ''رفع''، ''تطہیر'' بھی ساتھ ہے۔اور وہ واقع ہو چکی ہے۔اس کا صرف ایک ہی فرد موجود ہے۔اس خصوصی ''توفی'' کے ساتھ ''توفیٔ موت'' جمع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تو اس وقت ہوگا۔جب ان کی عمر پوری ہو جائے ،ان کی اجل کا وقت ہو، اور روح ان کے جسد سے جدا ہو جائے۔

ان کی حیات کے ایام کا پورا نہ ہونا اس سے مانع ہے۔ بلکہ ربّ تعالیٰ کا تو ''متــو فیک'' میں یہ اعلان ہے کہ ''ہم تیری عمر کو پورا کرنے والے ہیں''۔مگر ''انامہ'' سُلا دینا، یہ اس کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے، کہ سُلا دینا یہ حیات کے منافی نہیں ہوتا۔کہ ''متوفّٰی'' اگر بحالتِ نوم مرفوع ہو، تو وہ بتمامہ مقبوض ہوگا۔کہ اس کی روح جسد سے جدا نہیں۔اور وہ کامل شخص ہے۔تو اسے روح وجسد سمیت بتمامہ قبضہ میں لینا اسکی ''توفی'' ہے۔پھر یہ ''متوفّٰی'' مرفوع اگر نائم ہے تو وہ زندہ ہوتا ہے۔میّت (مردہ) نہیں ہوتا۔اور اسے روح وجسد سمیت قبضہ میں لینا بتمامہ قبضہ میں لینا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی میں مذکور تینوں امر:

۱- متوفی ہونا۔

۲- مرفوع ہونا۔

۳- مطہّر ہونا۔

بنص قرآن ثابت ہیں، اور جمع ہیں۔اور نیند ان کے منافی نہیں۔ بلکہ ان تینوں کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔

لہٰذا ''متـو فیک'' کی ''مـــنیـمک'' سے تفسیر کرنا بھی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے منافی نہیں۔

خلاصۂ کلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی'' میں وارد مفردات کی روشنی کا حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جیسے کہ اس ذات کے شایانِ شان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتمامہ قبضہ میں لے لیا۔ اور انہیں جگاتے یا سُلاتے۔ آسمان کی طرف اٹھالیا داور انہیں ایسے مقام پر پہنچا دیا، جہاں تک ان کے دشمنوں کی رسائی نہ ہو سکے۔ یہی قرآن کا بیان صریح ہے۔ اور یہی امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے۔

''متوفیک'' کو ''ممیتک'' پر حمل کرنے کا جواز:

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفیٔ رفع'' ہی ہے، توفیٔ موت نہیں۔ پھر جن اہلِ علم نے ''متوفیک'' کو ''ممیتک'' پر حمل کیا ہے، ان کے لئے کیا وجہ جواز ہے؟

جواب: جن سلف نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' کے بیان میں وارد ''متوفیک'' کو ''ممیتک'' پر حمل کیا، اور اسے ''توفیٔ اماتۃ'' کہا۔ انھوں نے اس کی تفسیر بایں طور پر کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بھی ثابت ہو۔ ان کا ''رفع'' بھی۔ اور ان کی ''تطہیر'' بھی روح وجسم سمیت ثابت ہو۔

انھوں نے یہاں ایک عبارت مقدّر مانی، اور کہا: ''**بعد إنزالي إياک من السماء**''۔ اے عیسیٰ میں تجھے موت دینے والا نہیں۔ ''تیرے آسمان سے اتارنے کے بعد''۔

تو گویا یہاں پر ان کی اجل آنے پر موت کا ذکر ہے۔ جو ان کے نزولِ آسمان کے بعد ہوگی۔

لہٰذا ان کا یہ قول حق وصواب ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، رفع اور نزول

سبھی ثابت ہوتے ہیں۔ کسی کی نفی نہیں۔ اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان کے دشمنوں سے حفاظت کی شروع ہی سے ضمانت ہے۔ کہ تجھے مارنے والا میں ہوں۔ یہ کچھ نہیں کر سکتے۔

نیز قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات (موت) کے زمانہ یا شرط کو بھی خود ہی بیان فرما دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وإن من أهل الكتاب إلاّ ليؤمننّ به قبل موته﴾۔ ''اہلِ کتاب میں سے ہر شخص ان کی وفات سے پہلے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا''۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات (موت) جملہ اہلِ کتاب کے ایمان لے آنے کے ساتھ مقید ومشروط ہے۔ جب تک یہ قید متحقق نہیں ہوتی۔ اور یہ شرط پوری نہیں ہوتی، ایک بھی اہلِ کتاب اپنے کفر وشرک پر قائم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات واقع نہ ہوئی، نہ ہوگی۔ نہ ہو سکتی ہے۔ اور ان کا ایمان لانا یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہوگا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تا حال واقع نہیں ہوئی۔ اسی امر کا ذکر آیت ''آل عمران'' میں کر دیا گیا۔ ''کہ تجھے مارنے والا میں ہوں، یہ نہیں۔ مگر یہ مارنا بعد میں ہوگا، اب صرف رفع ہوگا''۔ اور ''رفع'' جو واقع ہونے میں اس وقت، ان کی موت سے بہت پہلے واقع ہونے والا امر ہے۔ اس کا ذکر ''متــــوفیک'' کے بعد میں ہوا۔ اسی لئے جس نے ''متــــوفیک'' کو ''مــــمیتک''، پر حمل کیا ہے اس نے قرآن کے بیان میں تقدیم وتاخیر کا بھی قول کیا ہے۔ کہ ''رافعک'' پہلے ہوا۔ ''ممیتک'' بعد میں ہوگا۔

جس نے ''متوفیک'' کو ''منیمک'' سلانے والا ہوں، پر حمل کیا ہے۔ تو اس نے اس امر کو اعتبار میں لیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ''رفع'' اور زمین سے آسمان تک کا سفر ان کے لئے پرخطر راستہ ہے۔ تو حق تعالیٰ شانہ نے انہیں روح وجسم سمیت زندہ اٹھایا۔ مگر انہیں سُلا

دیا۔ تا کہ راستہ کے پُر خطر مناظر سے مرعوب نہ ہوں۔ مگر چونکہ سونے والا بھی مردہ نہیں ہوتا، زندہ ہی ہوتا ہے۔

لہٰذا اس تفسیر سے بھی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام، رفعِ عیسیٰؑ اور نزولِ عیسیٰؑ ثابت ہے۔

ماحصل:

مفردات آیاتِ ''توفیٔ عیسیٰؑ'' سے ظاہری طور پر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی اور واقع ہو چکنے والی توفی، عمومی بشر کی ''توفیٔ موت'' کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ ان کی ''توفیٔ نوم'' کے ساتھ اس کا کوئی تضاد نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ''رفع'' بحالتِ بیداری ہو، یا بحالتِ نوم، دونوں حالتوں میں ان کی حیات ثابت ہے، وہ اپنے جسم وروح سمیت بطور شخص عیسیٰ علیہ السلام ''متوفّٰی'' یعنی بتمام مقبوض ہوئے۔ اور جن کی ''توفی''، ''رفع'' اور ''تطہیر'' تینوں امور کی نمائندہ اور ان کی حیات کی مثبت ہے۔ یہی مفرداتِ آیتِ ''توفی'' کا ماحصل اور امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔ البتہ وجوہِ تفسیر اس آیت کی متعدد ہیں۔ مگر سبھی کا حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام، رفعِ عیسیٰ علیہ السلام، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر اجماع ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

﴿تیسرا یونٹ: تیسری فصل﴾

☆ ''وفاء'' کے مشتقات۔

☆ ''توفی'' کے ماٗ صدقات۔

☆ بیانِ کے دو اسلوب (صریح و کنایہ)۔

اس فصل میں ہم ''وفاء'' کے مشتقات اوران کے معانی ومدلولات ذکر کریں گے۔ نیز ہم کسی بھی معنی ومفہوم کے بیان کرنے کے دو اسلوب ''صریح'' اور ''کنایہ'' کا بھی تعارف پیش کریں گے۔ یادرہے کہ یہ دونوں اسلوب بیان، قرآن کریم، سنتِ مطہرہ، لغت عربی اور بنی نوع انسان کی ہرزبان میں پائے جاتے ہیں۔اور ہماری ترتیب یوں ہوگی۔

۱- مشتقات ''وفاء'' اوران کے لغوی یاوضعی معانی۔

۲- ''توفیِ ذی روح'' کے (تین) ماَ صدقات۔

۳- معنی تعبیر کرنے کے دو معروف طریقے۔

۱) معنی کوعلی وجہ الظہور صریح لفظ سے بیان کرنا۔

۲) معنی کوعلی وجہ الاستتار کنائی لفظ سے بیان کرنا۔

۴- ''توفی'' مختلف اعتبارات سے مقارنات۔

''وفاء'' کے مشتقات اورمعانی:

قرآن کریم، سنت مطہرہ اورلغتِ عربی میں مادہ ''وف ی'' کے مندرجہ ذیل مشتقات وارد ہوئے ہیں۔

''وفی'' اس کا معنی ہے، ''تمام ہوگیا''، ''مکمل ہوگیا''۔

''وقت'' اس کا معنی ہے، ''پوری ہوگئ''۔

''أوفی'' اس کا معنی ہے، ''پورا کردیا''، ''اتمام کردیا''۔

''وفّی'' اس کا معنی ہے، ''پوراعطا کردیا''۔

''توفّی'' اس کا معنی ہے، ''پورا لےلیا''۔

''استوفی'' یہ توفی کا مرادف ہے۔

''یتوفَّی'' اس کا معنی ہے، ''پورے طور پر قبضہ میں لیتا ہے''۔

''یُتوفَّی'' اس کا معنی ہے، ''پورطور پر قبضہ میں لیا جاتا ہے''۔

''یُوفِّي'' اس کا معنی ہے، ''پورے طور پر دیتا ہے''۔

''یُوفَّی'' اس کا معنی ہے، ''پورے طور پر دیا جاتا ہے''۔

''مُتوفٍّ'' اس کا معنی ہے، ''پورے طور پر قبضہ اور تحویل میں لینے والا''۔

''مُتوفَّی'' اس کا معنی ہے، ''پورے طور پر قبضہ اور تحویل میں آجانے والا''۔

''وفاء'' اور اس کے جملہ مشتقات سبھی ''تمام''، ''اتمام'' اور ''پورے طور پر دینا''، لینا'' کے معانی کے لئے وضع ہوئے ہیں۔

بیانِ معنی کے دو طریقے:

کسی بھی معنی کو تعبیر کرنے کے لئے عربی اور دیگر ہر انسانی زبان میں دو معروف طریقے ہیں۔

۱۔ کسی معنی کو ظاہری طور پر صریح لفظ سے بیان کرنا، یہ اسلوبِ بیان ''صریح'' کہلاتا ہے۔

۲۔ کسی معنی یا مقصودِ متکلم کو در پردہ بیان کرنا، یہ اسلوبِ بیان ''کنایہ'' کہلاتا ہے۔

''کنایہ'' کو ہر زبان میں کسی معنی کی قوتِ بیان یا حسنِ تعبیر کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی لفظ اپنے اندر ایک سے زائد معنی پر صادق آنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو متکلم کی مراد کسی زائد امر جسے ''قرینہ'' کہا جاتا ہے، سے ہوتی ہے۔ یہ بھی رہے کہ کنایہ میں مرادِ متکلم، لفظ متکلم لازم ہوتی ہے۔ جیسے اجل پر قبضہ میں لینا، اس کو ''متوفی'' کی موت لازم۔ اور نیند میں قبضہ میں لینا، اس کو ''متوفی'' سُلانا لازم ہوتا ہے۔

بہر حال ''صریح'' یا ''کنایہ'' یہ دونوں تعبیر کے اسلوب ہیں۔ جو ہر زبان میں اور انسانوں کے جملہ طبقات میں پھر قرآن کریم میں، سنتِ مطہرہ میں اور عربی لغت میں معروف ہیں۔

اب ہم ''صریح'' اور ''کنایہ'' کی دونوں کی فنّی تعریف ذکر کرتے ہیں۔

صریح:

وہ لفظ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرے۔ جیسے: ''توفی'' کی دلالت ''قبضِ تام'' پر۔

کنایہ:

وہ لفظ ہے جو اپنے لازمِ معنی پر دلالت کرے۔ جیسے: "**توفي حين الموت**" (موت کے وقت قبضہ تام) کی دلالت "**إماتة**"، "متوفّٰی" کی وفات پر۔ "**توفي في المنام**" (بوقتِ نیند قبضہ میں لینا) کی دلالت "**إنامة**"، "متوفّٰی" کو سُلانے پر۔

لفظ "کنایہ"، "کنی"، "یکني" سے ہے۔ جس کا معنی "پوشیدہ ہونا" ہے۔

"کنایہ" کو اسی وجہ سے "کنایہ" کہا جاتا ہے، کہ متکلم کی مراد دیگر لفظ میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور جو لفظ وہ بولتا ہے، اس کی مراد اسے لازم ہوتی ہے۔ جیسے: "موت کے وقت قبض تام"، کو متوفِّٰی کی موت لازم ہے۔

یادرہے کہ "کنایہ" میں معنی مقصود کا حصول قرینہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جو لفظ کے لغوی معنی کو اختیار کرنے سے بھی مانع اور مرادِ متکلم کو کشف کرنے والا ہوتا ہے، قرینہ کبھی لفظی ہوتا ہے، اور کبھی حالی۔

قرینہ کا کردار:

یادرہے کہ کنائی اسلوب میں قرینہ کا کردار مندرجہ ذیل ہے۔

اولاً: متکلم کے بولے ہوئے لفظ کو اس کے لغوی معنی سے ہٹا کر اس کے لازمی معنی کی طرف پھیرنا۔

ثانیاً: مستتر لفظ میں پوشیدہ معنی کو ظاہر وکشف کرنا۔

ثالثاً: لفظ کے وصفی معنی اختیار کرنے سے منع کرنا۔

رابعاً: مرادِ متکلم کو متعین کر دینا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چوتھا یونٹ: چوتھی فصل

مقارناتِ مفیدہ

برائے

افصاحِ ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام''

اس فصل میں ہم مختلف اعتبارات سے انتہائی مفید مقارنات پیش کریں گے۔ جو کہ ''توفیِ عیسیٰ علیہ السلام'' کے باب میں حق اور صواب کا خوب اظہار اور افصاح کرتے ہیں۔ یہ تین مقارنات مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا مقارنہ: ''توفی'' عمومی بشر کی ان دو نوع میں باہم مقارنہ امور متفقہ، مختلفہ کا ذکر جن کا ذکر سورۂ ''زمر'' اور دیگر آیاتِ قرآنیہ میں موجود ہے۔

دوسرا مقارنہ: سورۂ ''زمر'' میں وارد ''توفی'' اور سورۂ ''آل عمران'' میں وارد ''توفی'' کا باہم مقارنہ۔

تیسرا مقارنہ: ''توفیِ عیسیٰ علیہ السلام'' والی آیت ''آل عمران'' میں وجوہِ تفسیر کا باہم موازنہ۔

پہلا مقارنہ:

سورۂ ''زمر'' میں مذکور ''توفی'' کی دو نوع (اماتہ اور انامہ) کے امورِ متفقہ کے ما بین مقارنہ۔

أ— ''توفی'' کی دونوں نوع ''اماتہ'' اور ''انامہ'' (موت دینا اور سُلا دینا) میں مشترک امر یہ ہے کہ دونوں کا بیان لفظِ ''يتوفّى'' فعل مضارع سے ہوا ہے۔ جو فعل ''توفی'' کے مسلسل وقوع پر دال ہے۔
(عمومی ''توفی'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی توفی کی طرح بصیغۂ اسم فاعل ''متوفٍ'' سے بیان نہیں ہوئی)۔

ب— ''توفی'' کی ہر دو نوع ''اماتہ'' و ''انامہ'' کے قرائن لفظی ہیں۔ ''اماتہ'' کے لئے قرینہ ''**حين الموت**'' اور ''**إمساک**'' ہیں۔ اور ''انامہ'' کے لئے ''**في المنام**'' اور ''**إرسال**''

ہیں۔

ج- نوعِ اول کے قرینہ نے تعیین کر دی کہ اس ''توفی'' سے مراد ''متوفّٰی'' کا ''اماتۃ'' ہے۔ یعنی یہ ''توفی'' ''متوفّٰی'' کے ''اماتۃ'' (مارنے) سے کنایہ ہے۔ یا یہ ''توفئ موت'' ہے۔ مگر ''اماتۃ'' کا بیان تو صراحت سے نہیں ہوا۔ بلکہ درِ پردہ یعنی کنائی طور پر ہوا ہے۔

''اماتۃ'' کا لفظ صراحت سے مذکور نہیں۔ مگر قرآنی نص کو 'اماتۃ' لازم ہے، کہ ''**حین الموت**'' کی توفی اور ''**إمساکِ نفس**'' والی ''توفی'' کو ''متوفّٰی'' کی موت لازم ہوتی ہے۔ (تو ''توفئ موت'' اور ''توفئ نوم'' دونوں کا بیان اسلوبِ کنایہ سے ہوا ہے)۔

د- عمومی ''توفی'' کی دوسری نوع کے قرینہ نے متعین کر دیا کہ اس ''توفی'' سے مراد ''متوفی'' کا ''انامۃ'' ہے، یعنی یہ توفی ''متوفّٰی'' کے ''انامۃ'' سے کنایہ ہے۔ مگر ''انامۃ'' (سُلا دینا) یہ صریح لفظ میں مذکور نہیں۔ قرآنی نص میں مذکور لفظ کو لازم ہے۔ اور وہ ہے ''متوفّٰی'' کی ''**توفي في المنام**'' اور ''نفس'' کا ''**إرسال**''۔ تو متکلم کی مراد دونوں جگہ لفظ منطوق میں مستور ہے۔ اور قرائن اس کے کاشف ہیں۔ کنایہ میں مرادِ متکلم علی وجہ اللزوم ثابت ہوتی ہے۔

امورِ مختلفہ:

''توفی'' کی دونوں نوع (اماتۃ وانامہ) میں دو اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔

اولاً: ہر ایک اپنے ظرف میں دوسرے سے مختلف ہے۔ ''توفئ موت'' کا ظرف ''**حین الموت**'' ہے، اور ''توفئ نوم'' کا ظرف ''**المنام**'' ہے۔

ثانیاً: ہر ایک ''توفی'' کا اثر بھی دوسرے سے مختلف ہے۔ ''توفئ موت'' کا اثر روحِ متوفّٰی کا ''**إمساک**'' روک لینا ہے۔ جبکہ ''توفئ نیند'' کا اثر روحِ متوفّٰی کا ''**إرسال**'' یعنی چھوڑ دینا ہے۔

ہر دو ''توفئ عمومی'' میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں کہ ان دو قید ''**حین الموت**''

اور ''فـي الـمنـام'' ان کی اجل کا وقت آنے پر ان کی ''توفی'' کا ''توفیٔ موت'' ہونا، اور ان کی بوقتِ نوم ''توفی'' کا ''توفیٔ نوم'' ہونا، اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہرگز ہرگز استثناء نہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشر ہیں۔ جو ''توفیٔ اجل'' پر میت، اور ''توفیٔ نوم'' پر نائم ہوں گے۔

عمومی بشر کی ''توفی'' جو ''توفیٔ انفس'' ہے۔ اور ''توفیٔ خصوصی'' جو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ہے۔ دونوں موت کے وقت پر ''توفیٔ اماتۃ'' میں شریک ہیں۔ اور نیند کے وقت ''توفیٔ انامۃ'' میں شریک ہیں۔ کیونکہ خاص عام میں شریک ہوتا ہے۔

دوسرا مقارنہ: عمومی اور خصوصی توفی میں مقارنہ:

توفی عمومی بشر اور توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام کے مابین مقارنہ میں مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں۔ (امورِ متفقہ)۔

مختلف امور:

۱۔ عمومی توفی جو سورۂ ''زمر'' اور دیگر آیاتِ قرآنی میں ''توفی'' کا عمل عموم ارواح بنی آدم پر وارد ہوتا ہے۔ جبکہ توفی جو ''آل عمران'' میں مذکور ہے۔ اس میں ''توفی'' کا عمل صرف ایک ہی مخصوص شخص پر وارد ہوا ہے۔ جس میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اور وہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ لہٰذا ایک ''توفیٔ انفس'' ہے۔ اور دوسری ''توفیٔ نفسِ واحدہ'' ہے۔

۲۔ عمومی ''توفی'' کو ''یتـوفّٰی'' سے بیان کیا گیا ہے۔ جو ''توفی'' کے حدوث واستمرار کی دلیل ہے

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی'' ''متوف'' ہونے سے تعبیر کی گئی ہے۔ جو حدوث واستمرار پر دلالت نہیں کرتا۔

۳۔ عمومِ بشر کی ''توفی'' میں موت اور نیند دونوں کے قرینے موجود ہیں۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کی خصوصی ''توفی'' موت اور نیند ہر دو کے قرینوں سے خالی ہے۔

۴- عمومی بشر کی ''توفی'' میں ''متوفّی'' کے لئے صرف ایک ہی امر ''توفی'' کا ذکر ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی'' میں ان کے لئے ''توفی''، ''رفع'' اور ''تطہیر'' تین امور کو جمع کیا جانے کی تصریح ہے۔

۵- عمومی بشر کی ''توفی'' میں ''متوفّی'' کے فاعلِ توفی کے صرف ایک فعل کا ذکر ہے۔ جبکہ خصوصی ''توفیٔ عیسیٰؑ'' میں دیگر دو فعلوں کا بھی ذکر ہے۔ جو ''توفی'' کی نوع کی تعیین میں معین ہیں۔

۶- خصوصی ''توفی'' میں حرف عطف ''واؤ'' ہے۔ جو جمع کے لئے نص قطعی ہے، کہ اس ''توفی'' کا فاعل اللہ تعالیٰ ''متوفّی'' کے ''رفع'' اور ''تطہیر'' کا بھی فاعل ہے۔ ایسا ''توفیٔ عمومِ بشر'' میں نہیں ہے۔

لہٰذا یہ ''توفیٔ خاص'' عمومی توفی بشر سے متمیز ہے۔ وہ نہ ''توفیٔ موت'' ہے۔ نہ ''توفیٔ نوم'' ہے۔ بلکہ ''توفیٔ رفع'' ہے، ''توفیٔ تطہیر'' ہے۔

ملحوظہ:

''توفیٔ خصوصی'' برائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں فاعلِ توفی اللہ تعالیٰ ہے۔ جو ''متوفّی'' کی توفی کے ساتھ ساتھ ''متوفّی'' کے رفع کا بھی فاعل ہے۔ اور ''متوفّی'' کی تطہیر کا بھی فاعل ہے۔ اس امر نے مرزا کے ضابطہ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا۔ کہ ''اگر فاعلِ توفی اللہ تعالیٰ ہو، اور مفعول ذی روح ہو، تو ''متوفّی'' میت ہوگا'' الخ۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ صرف ''توفی'' کا ہی فاعل نہیں، وہ ''توفی'' کے ساتھ ساتھ ''رفع'' کا بھی فاعل ہے۔ اور ''تطہیر'' کا بھی۔ ان سب امور کا خصوصی ''توفی'' میں جمع ہونا، ''توفیٔ عیسیٰؑ'' کے خصوصی ہونے کا قرینہ ہیں۔ مرزا کا ضابطہ خود ''لاشیٔ'' ہو گیا۔

۷- ''توفیٔ عمومِ بشر'' اور ''توفیٔ عیسیٰؑ'' خاص کے قرآنی اسلوبِ بیان اس امر کا تقاضا کرتا ہے۔

کہ ''توفئ عیسیٰ'' جو واقع ہو چکی۔ ہرگز ہرگز ''توفی عموم بشر'' کی طرف صرف ''اماتۃ'' اور ''انامۃ'' میں منحصر نہ ہو۔ کچھ اور شئ ہو۔ اور وہ قرآن کی نص قطعی کے موافق ''توفی مع الرفع والتطہیر'' قرار پائے۔

۸۔ عمومی توفی میں موت یا نیند کے قرینے اور ''توفئ عیسیٰ علیہ السلام'' میں موت اور نوم کا قرینہ نہ ہونا۔ پھر اس میں ''**رافعک**'' اور ''**مطہرک**'' ہونا، دونوں میں فاعلِ ''توفی'' اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور مفعولِ ''توفی'' ذی روح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فاعلِ ''توفی'' اس ''متوفی'' کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں؟ اس کو قرآن کی نص قطعی نے صراحت سے بیان کر دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

۱) اس کی ''توفی'' (بتمامہ قبضہ) کرنے والے ہیں۔ کہ ان سے کچھ بھی باقی نہ رہے۔

۲) اللہ تعالیٰ ان کا ''رفع'' کرنے والے ہیں۔

۳) اللہ تعالیٰ ان کی ''تطہیر'' کرنے والے ہیں۔

لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے علی وجہ التمام مقبوض ہیں۔ وہ مرفوع ہیں۔ وہ مطہَّر ہیں۔ ''توفئ عیسیٰ علیہ السلام'' میں یہ تمام امور حرفِ عطف سے مذکور ہیں۔ جبکہ ''توفی عمومِ بشر'' میں صرف ایک ہی امر ''توفی'' کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے۔ لہٰذا ''توفئ عمومی'' اور ''توفئ خصوصی'' صرف ایک امر ہے۔ جس میں توفئ خصوصی کا ''متوفّٰی'' عمومی توفی کے ''متوفّٰی'' کے ساتھ شارک ہے۔ اور وہ موت کے قرینہ پر متوفّٰی کا میت ہونا۔ اور نوم کے قرینہ پر نائم ہونا ہے۔ تو یہ امر بذاتِ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی مستقل دلیل ہے۔ ہرگز ہرگز مساوی نہیں ہو سکتیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿پانچواں یونٹ: پانچویں فصل﴾

☆ آیت ﴿إني متوفيک ألخ﴾ میں متعدد وجوہِ تفسیر اور مسلم مفسرین کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے رفع ونزول پر اجماع۔

☆ ''عمومی توفی'' کو کنائی اسلوب سے اور خصوصی ''توفی'' کو صراحت سے بیان کرنے کی حکمتیں۔

آیتِ ''توفئ عیسیٰ علیہ السلام'' کی متعدد وجوہِ تفسیرات اور تحلیل:

مسلم مفسرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' میں وارد ارشادِ باری تعالیٰ ﴿یـــا عیسیٰ إني متوفیک ألخ﴾۔ ترجمہ: ''اے عیسیٰ میں تجھے پورے طور پر قبضہ میں لینے والا، تجھے اپنی طرف اٹھانے والا، اور تیری تطہیر کرنے والا ہوں''۔

اس آیت کی تفسیر میں جو متعدد وجوہِ تفسیرات ذکر کی ہیں۔ سبھی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات، ان کے رفع اور نزول پر اجماع ہے۔

پہلی وجہ تفسیر جو ارجح الوجوہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحالتِ حیات و بیداری بتمامہ قبضہ میں لیا۔ جیسا کہ ان کی شایانِ شان ہے۔ اور انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع جسد وروح) کو زمین سے بلندی کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اس بتمامِ مقبوض ومرفوع کو اس کے دشمنوں سے پاک کر دیا۔ اور انہیں اس مقامِ اطہار پر پہنچا دیا۔ جہاں ان انجاس کی پہنچ نہ ہو سکے۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں فاعلِ توفی اور اس کا مفعول ان کی ''توفی''، ان کے ''رفع'' اور ان کی ''تطہیر'' تینوں کے جمع کرنے کے لئے ''واؤ'' ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''توفی'' کا معنی بتمام قبضہ میں لینا ہے۔

''واؤ'' کا معنی ''توفی'' کے ساتھ ''رفع'' اور ''تطہیر'' کا جمع ہونا ہے۔

''رفع'' کا معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے آسمان کی طرف منتقل کرنا۔

''تطہیر'' کا معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے مقام پر پہنچا دینا جہاں تک ان کے منکرین نجس ہاتھوں کی پہنچ نہ ہو۔

تمام مفردات کے معانی متعین، ان کا اسلوبِ بیان صریح (تمام ظہور کے ساتھ) استتار وکنایہ نہیں، پیش آنے والے مذکورہ امور کی ترتیب میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔ نہ تقدیر کی حاجت۔ اعادہ وتکریر نہیں، ہر لفظ کی دلالت میں تجدید۔ ان رجحان کی بناء پر یہ ارجح وجہِ تفسیر ہے۔

دوسری وجہِ تفسیر:

ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿یٰـا عیسـیٰ إنـي متو فیک ألخ﴾۔ میں بتمامہ قبضہ میں لینے والا ہوں''۔ ''بتمام قبضہ میں لینا'' ایک جنس ہے۔ جس کی نوع کی تعیین کی حاجت ہے۔ کہ:

کیا ''اماتۃ'' ہے؟ نہیں کہ اس کا تو قرینہ نہیں۔

کیا ''انامۃ'' ہے؟ نہیں کہ اس کا بھی قرینہ نہیں۔

کیا ''رفع'' ہے؟ ہاں ''رافعک'' کا اس کا قرینہ ہے۔

اس وجہِ تفسیر میں بھی تقدیم وتاخیر نہیں۔ نہ تقدیر ہے۔ اعادہ وتکریر ہے۔ کہ ''رافعک'' ''متـــوفیک'' کے لئے نوع کی تعیین کا بیان ہے۔ اعادہ وتکریر کی وجہ سے یہ وجہِ اول سے مرجوح ہے۔

تیسری وجہِ تفسیر: ''متوفیک'' کو ''منیمک'' پر حمل کرنا ''إنامۃ'' سے کنایہ ہے:

''متوفیک'' کا اور ''توفی'' کا ''مـنـیـمک'' پر حمل ہو۔ اور ﴿یٰـا عیسٰـی إنـي متـوفیک، ألـخ﴾ کا معنی ہو۔ ''اے عیسیٰ میں تمہیں نیند دینے والا ہوں، اور تجھے اٹھانے والا ہو''۔ تو یوں ''متـــوفیک'' ''انامۃ'' سے کنایہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

بحالتِ نوم اٹھا لیا۔ تا کہ راستے کے مناظر ومخاطر سے انہیں کوئی پریشانی لاحق نہ ہو۔ قرینہ نوم حالیہ ہے۔ اس وجہ تفسیر میں ''توفی'' صریح نہیں۔ نیند سے کنایہ ہے۔ کنایہ کا قول ہے۔ تقدیم وتأخیر کا نہیں۔ نہ تقدیر کا قول ہے۔ سونے والے کی ''توفی'' میں ''متوفّٰی'' میّت (مردہ) نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتمامہ مقبوض یعنی نائم تھے۔ اسی حالت میں مرفوع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مقامِ اطہار پر پہنچا دیا۔

چوتھی وجہ تفسیر: ''متوفیک'' ''ممیتک'' پر محمول ہے، اور ''توفی'' اماتہ سے کنایہ:

﴿یٰا عیسٰی إنی متوفیک ورافعک، ألخ﴾۔ ''اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں، (میرے تجھے آسمان سے اتارنے کے بعد) اور (اب) اٹھانے والا ہوں'' الخ۔

اس وجہ تفسیر میں ''متوفیک'' توفیٔ موت سے کنایہ ہے۔ کہ نزولِ آسمان کے بعد عیسوی توفی ان کے اجل آنے پر، اور ''حین الموت'' ہوگی۔ ''رفع'' انامہ سے بہت متأخر ہے۔ ''رفع'' اس ''توفیٔ موت'' سے بہت پہلے، مگر آیت میں ذکر میں توفی مقدم ہے۔ وقوع میں متأخر ہے۔ اور ذکر میں ''رفع'' متأخر ہے، اور وقوع میں مقدم۔

''متوفیک'' کو ''ممیتک'' کے معنی پر حمل، کہ تا کہ یہ ''توفیٔ موت'' اس وقت متحقق ہوگی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اجل آئے۔ اور یہ ان کے آسمان سے نزول کی بعد ہوگی۔

لہٰذا اس ''توفی'' کو عیسیٰؑ کے ''اماتہ'' متأخرہ پر حمل کرنے کے لئے قرینہ مقدرہ ہے۔ ''**بعد إنزالی إیاک من السماء**''۔ اے عیسیٰ میں تجھے موت دینے والا ہوں تجھے آسمان سے

اتارنے کے بعد"۔

اس وجۂ تفسیر میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واقع شدہ موت کا ذکر نہیں۔ بلکہ آسمان سے نزول کے بعد کی موت ان کی تاحال حیات کی دلیل ہے۔ ان کے رفعِ سماوی کی دلیل ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تطمین ہے۔

لہٰذا جو امر بعد میں ہوگا، وہ ان کا "اماتۃ" ہے۔ اسے ذکر میں مقدّم کر دیا۔ تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مطمئن رہیں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں میری موت واقع ہونے والی نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں متأخر ہونے والا امر ہے۔ اب جو ہونے والا امر ہے، وہ "رفع" ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں مؤخر ہے۔

اس وجۂ تفسر میں "متــوفیک" صریح نہیں رہتا۔ اس میں تقدیر بھی ماننا ہے۔ اس میں تقدیم وتأخیر بھی لازم ہے۔ جو اس سے ماقبل دونوں وجوہ میں نہیں۔ کنایہ بھی ہے۔

☆ کسی وجہِ تفسیر میں واقع شدہ موت کا ذکر نہیں۔ لہٰذا ہر وجہِ تفسیر حیات، رفع اور نزول کو ثابت کرنے والی، درست تفسیر ہے۔

چارٹ برائے وجوہِ تفسیر آیتِ ''توفی''، اور مسلم مفسرین کا حیات، رفع ونزولِ عیسیٰؑ پر اجماع:

ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿إني متوفیک ورافعک إلیّ ومطھّرک من الذین کفروا﴾

وجوہ	متوفیک	و	رافعک إلیّ	و	مطھّرک ألخ	مآل
۱	آپ کو بتمام قبضہ میں لینے والا ہوں۔ الفاظ خاص، اسلوبِ بیان صریح، نص اور ظاہر المعنی۔	جمع کے لئے ظاہر ہے۔	آپ کو آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ صریح، ظاہر المعنی ہے۔	جمع کے لئے ظاہر ہے۔	منکرین سے تطہیر، ایسی جگہ پہنچانے والا ہوں جہاں منکرین کی رسائی نہیں۔	نہ خفا، نہ استتار، نہ تقدیم وتأخیر، نہ تقدیر، نہ تکریر۔ حیات اور ''رفع'' پر ظاہری طور پر دال ہے۔ ''توفی'' کا معنی قبض تام ہے۔
۲	آپ کو بتمام قبضہ میں لینے والا ہوں۔ ''توفی''، جنس ہے، نوع کی تعیین کا محتاج ہے۔	//	''توفی'' کی نوع کی تعیین کرتا ہے۔ اور ''رافعک'' برائے تعیینِ نوع ہے۔	//	//	تکریر حیات اور ''رفع'' پر دال ہے۔
۳	آپ کو سُلانے والا ہوں۔ (کنایہ ہے) تاکہ ''رفع'' کے دوران خوف نہ کرے۔	//	آپ کو بحالتِ نوم آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔	//	//	''توفی'' انامہ سے کنایہ ہے۔ حیات اور ''رفع'' پر دال ہے۔
۴	آپ کو موت دینے والا ہوں۔ (آسمان سے نزول کے بعد)۔ مؤخر۔	//	آپ کو بحالتِ نوم آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ مقدم۔	//	//	''توفی'' اماتہ مؤخرہ سے کنایہ ہے۔ تقدیم وتأخیر حیات اور ''رفع'' اور ''نزول'' پر دال ہے۔

عمومی توفی اور اسلوبِ کنایہ، خصوصی توفی اور اسلوبِ صراحت کی حکمتیں:

قرآن حکیم میں جہاں جہاں عمومی بشر کی ''توفی'' کا ذکر ہے، اسے کنائی اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ''توفی'' کو قرینۂ موت کے ساتھ یا ''توفی'' کو قرینۂ نوم کے ساتھ۔ مگر خصوصی ''توفیٔ عیسیٰؑ'' میں انہیں پیش آنے والے مخصوص تین امور کو قرآن نے صراحت سے ذکر فرمایا۔

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں بتمام آجانا۔

۲) ان کا آسمان کی طرف ''رفع''۔

۳) ان کی منکرین کی پہنچ سے تطہیر۔

ان دونوں اسلوبِ بیان میں تأمل کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ یہ کئی حکمتوں پر مبنی ہے۔

انسان کی عمومی ''توفی'' کو بطورِ کنایہ بیان فرمانے میں جو قوتِ بیان ہے، اس سے یہ ''توفی'' انسانی اذہان میں خوب جم جائے۔ اور قاریٔ قرآن سمجھ لے۔ کہ:

۱۔ ''توفیٔ عمومی بشر'' ایک الگ حقیقت ہے۔ اور خصوصی ''توفی'' الگ ایک مستقل حقیقت ہے۔

۲۔ ''توفی'' کے ساتھ قرینۂ موت ہو، تو یہ ''متوفّی'' کو موت دینے سے کنایہ ہے۔ اور ''متوفٰی'' میت ہوگا۔

۳۔ ''توفی'' کے ساتھ قرینۂ نوم ہو، تو یہ ''متوفّی'' کو سُلانے سے کنایہ ہے۔ اور ''متوفٰی'' مردہ نہیں۔ سویا ہوا زندہ ہوتا ہے۔

۴۔ ''توفیٔ عمومی بشر'' کی دو ہی نوع ہیں۔ (۱) اماتہ (مارنا)۔ (۲) انامہ (سُلانا)۔

۵۔ جس نوع کا قرینہ ہوگا، وہی ضروری طور پر متحقق ہوگی۔

۶۔ جس نوع کا قرینہ نہیں، وہ ہرگز نہ ہوگی۔ ایسا نہیں ہے کہ قرینہ نوم کا نہ ہو، تو موت ہو جائے۔

نوٹ:- یہ مرزا کا جھوٹا زعم ہے کہ ''توفی'' موت دینا ہوگی۔ اگر رات یا نیند کا قرینہ نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی''، جس کے ساتھ ان کا ''رفع'' اور ''تطہیر'' بھی ہے۔ صریح اسلوب میں، ظاہر المراد لفظ میں۔ لہٰذا اس کا ادراک سہل ہے۔ تا کہ ہر قاریٔ قرآن بآسانی سمجھ لے کہ:

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی''، عمومی بشر کی ''توفی'' سے الگ ایک مستقل حقیقت ہے۔

۲۔ جس میں نہ موت کا قرینہ ہے، نہ نوم کا۔ لہٰذا یہ ''متوفیٰ'' (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نہ میت ہے، نہ نائم۔ وہ ''متوفّٰی'' اللہ کی تحویل میں کامل طور پر اپنے روح وجسد سمیت زندہ ہے۔

۳۔ یہ بتمامہ مقبوض ہے۔ جس کا جسد وروح سمیت ''رفع'' ہوا۔

۴۔ جس کی بتمامہ قبضہ اور ''رفع'' کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے منکرین اور دشمنوں سے ''تطہیر'' فرمادی ہے۔

۵۔ ان تینوں امور کو قرآنی قطعی لفظ ''واؤ'' سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جمع فرمایا ہے۔

لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی''، ''توفیٔ رفع''، و''تطہیر'' توفیٔ موت نہیں ہے۔

مزید حکمتیں بھی مزید تأمل کرنے والے پر ظاہر ہوں گی۔ (ان شاء اللہ)۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿چھٹا یونٹ: چھٹی فصل﴾

☆ مقارنات سے اقسامِ ''توفی'' کا
ایضاح وافصاح۔

''توفی'' کے افصاح و بیان میں مختلف اعتبارات، موازنات ومقارنات سے ''توفی'' کی مندرجہ ذیل انواع واقسام خوب واضح ہوجاتی ہیں۔ اور وہ یوں ہیں۔

''متوفّٰی'' کے اعتبار سے:

''توفی'' کی ''متوفٰی'' کے اعتبار سے دو قسم ہیں۔

۱- غیر ذی روح کی ''توفی''۔

۲- ذی روح کی ''توفی''۔

ذی روح کی ''توفی'' کی اپنے ظرف وزمانہ کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔

۱- عمومی بشر کی ''توفی''۔

۲- مخصوص شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی ''توفی''۔

عمومی بشر کی ''توفی'' کی دو قسمیں ہیں۔

۱- انسان کی موت وقت توفی ہو، جسے قرآن نے (حین الموت) سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس ''توفی'' میں ''متوفّٰی'' میت ہوتا ہے۔ یہ توفیٔ موت سے کنایہ ہوتی ہے۔ ''توفیٔ موت'' کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہے۔ وہ بھی انسان ہیں۔ اور ان کی اجل کے وقت کی ''توفی'' ان کی موت سے ہی عبارت ہے۔ اور توفیٔ موت ہی ہے۔

۲- انسان کی ''توفی'' بوقتِ نیند، جسے قرآن نے ''فی المنام'' توفی سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ''متوفّٰی'' سویا ہوا ہوتا ہے۔ وہ مردہ نہیں ہوتا۔ اس توفیٔ نوم میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام شامل ہیں۔ وہ بھی انسان ہیں۔ اور ان کی نیند کے وقت ''توفیٔ نوم'' ہوتی ہے۔

مخصوص شخص کی ''توفی'':

وہ ''توفی'' جو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی'' ہے۔ وہی اکیلے اس کے فرد ہیں۔ جن کی ''توفی'' ان کے ''رفع'' اور ''تطہیر'' کے ساتھ ہے۔ اسے ''توفیٔ رفع'' کہتے ہیں۔

اور یوں ذی روح کی ''توفی'' کی تین اقسام ہوگئیں۔ (۱) اماتۃ، توفیٔ موت۔ (۲) ''انامہ''، توفیٔ نوم۔ (۳) ''رفع''، توفیٔ رفع۔

اسلوبِ بیان کے اعتبار سے ''توفی'' کی قرآنی اقسام:

۱- ''توفی'' کا بیان در پردہ اور کنائی انداز سے ہو۔عمومی بشر کی وہ توفیٔ موت یا توفیٔ نوم ہر ایک کا اسلوبِ بیان صراحت سے نہیں، کنائی انداز سے قرآن کریم میں ہوا ہے۔

۲- ''توفی'' کا بیان صریح لفظ سے ہو۔جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخصوص توفی کا بیان۔ جس میں دیگر کوئی ان کا شریک نہیں ہے۔

تمام اقسامِ ''توفی'' کا عمومی چارٹ:

''توفی'':

غیر ذی روح۔	ذی روح۔		
ایسا متوفّٰی جس میں حیات اور موت کا تصور نہیں۔	عمومی بشر کی ''توفی''۔ جس میں سب شامل ہیں، کسی کا استثناء نہیں۔اور فردِ مخصوص حضرت عیسیٰ علیہ اسلام بھی داخل ہیں۔		مخصوص شخص کی ''توفی''۔ جس کی ''توفیٔ خاص'' میں دیگر شریک نہیں۔ جو عموم بشر کو قید کی موجودگی میں شامل ہو۔
''توفی'' کا ''متوفّٰی'' پر اثر:			
''متوفّٰی'' کا قبضۂ تام کہ کچھ بھی باقی نہ رہے۔	''متوفّٰی'' کی موت کے وقت ''توفی''۔	''متوفّٰی'' کی نیند کے وقت ''توفی''۔	۱) قبضۂ تام، جسم و روح سمیت اللہ تعالیٰ کی طرف ''رفع''۔اور دشمنوں سے ''تطہیر''۔ ۲) آسمان کی طرف ''رفع'' (بیداری کی حالت میں)۔ ۳) آسمان کی طرف ''رفع'' (نیند کی حالت میں)۔
قرآن کریم میں صراحۃً مذکور۔	قرآن کریم میں کنایۃً مذکور۔	قرآن کریم میں کنایۃً مذکور۔	قرآن کریم میں صراحۃً مذکور۔

دلالتِ ''توفی'' حقیقت ومجاز یا صریح وکنایہ کے اعتبار سے:

لفظِ ''توفی'' اپنی وضع واشتقاق میں ''اماتۃ''، ''انامۃ'' اور ''رفع'' پر کیوں دلالت نہیں کرتا؟ پورا کرنے اور مارنے میں کیا علاقہ ہے؟

''توفی'' کا لفظ لغت میں صرف ''قبض تام'' پر دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ لغت میں اس معنی کے لئے وضع ہے۔ کیونکہ وضع کا معنی لفظ کو معنی کے بالمقابل معین کرنا ہے۔ وہ لغوی اعتبار سے ''اماتۃ'' (موت دینا)، ''انامۃ'' (سُلا دینا) اور ''رفع'' (اٹھالینا) پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ وہ ان میں سے کسی کے لئے وضع نہیں ہے۔ ''توفی'' موت دینے پر نہ حقیقتاً دلالت کرتا ہے، نہ مجازاً۔ البتہ موت دینے سے کنایہ ہوتا ہے۔ کیونکہ:

''توفی'' کا اشتقاق ''م وت'' سے نہیں۔ لہٰذا ''اماتۃ'' ''مارنا'' اس کا معنی نہیں۔

''توفی'' کا اشتقاق ''ن وم'' سے نہیں۔ لہٰذا ''انامۃ'' ''سُلانا'' اس کا معنی نہیں۔

''توفی'' کا اشتقاق ''رف ع'' سے نہیں۔ لہٰذا ''رفع'' اس کا معنی نہیں۔

''توفی'' کی ان معانی پر کنائی اور قرائن کی وجہ سے دلالت ہوتی ہے۔ یعنی لفظِ متکلم ایسا ہوتا ہے کہ جسے موت دینا لازم نہ ہو۔ یہ اس کے لغوی معانی نہیں۔ مگر اس کے مخصوص مقامات پر ماٰ صدقات ہوتے ہیں۔ کیونکہ ''توفی'' کا معنی ومفہوم ''قبض تام'' ان پر صادق آتا ہے۔

وضعِ لفظ:

بنی نوعِ بشر کی تمام زبانوں میں لفظ جس معنی کے مقابل معین ومقرر ہوتا ہے، وہ اس لفظ کا اصل معنی یا حقیقت ہے۔ اگر اہلِ لغت کسی لفظ کو اصل معنی کے بجائے کسی دیگر معنی کے لئے استعمال میں لاتے ہیں، تو یہ مجاز ہے۔ جس میں اصل اور معنیٔ استعمال میں کوئی تعلق وربط ضروری ہوتا ہے۔ جیسے کہ ''بہادر'' کے لئے ''شیر''۔ معنی ''اہلِ بستی'' کے لئے ''بستی''۔ کسی جزء

کے لئے کلی وغیرہ وغیرہ۔لفظ کے معنیٰ اصل میں وضع واشتقاق کا اعتبار ہوتا ہے۔اور معنی مجاز میں کسی نوع کے تعلق یا رابطہ کا اعتبار ہوتا ہے۔

''توفی'' (بتمام تحویل قبضہ میں لینا) میں حقیقت ہے، کہ وہ اس کے لئے وضع ہوا ہے۔ ''مارنا''، ''سُلانا''اور''اٹھانا'' یہ اسکے اصل معنی نہیں۔لہٰذا''توفی''ان میں بطورِ حقیقت استعمال نہیں ہوسکتا۔

''توفی''، جوقبضِ تام کے لئے وضع ہوا ہے۔اور وہ اس کا اصل معنی ہے۔وہ لغت میں کہیں اور کبھی بھی بطورِ مجاز ان مذکورہ معانی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔کیونکہ:

مارنا اور توفی۔

سُلانا اور توفی۔

اٹھانا اور توفی۔

میں مجاز کے علاقات میں سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔

کسی لفظ کے مفہوم کا بوجہ قرینہ صادق آنا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ لفظ کا معنی نہیں۔ورنہ قرینہ کی کیا حاجت؟ کسی مفہوم کا کسی لفظ کو لازم ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لازم آنے والا مفہوم اس کا معنی نہیں ہے۔ورنہ وہ بطورِ لزوم کیوں ثابت ہوتا؟

لفظ میں نہ قرینہ ضروری ہوتا ہے، نہ اس کے علی سبیل اللزوم ہونے کی لفظ اپنے معنی کے مطابق ہوتا ہے۔جب بولا جائے تو معنی مراد ہوتا ہے۔البتہ معنی مجاز یا معنی کنائی قرینہ چاہتے ہیں، کہ وہ لفظی ہو یا حالی۔

معنیٔ توفی ''قبض تام کا کئی حقائق پر صدق:

وہ مفہوم جو متعدد حقائق پر صادق آئے وہ ''جنس'' کہلاتا ہے۔اور جن پر صادق آئے۔وہ

اس کے مأ صدقات کہلاتے ہیں۔ یا وہ صادق آنے والی ماہیت کی انواع۔

یہ بھی یاد رہے کہ کئی حقائق پر صادق آنے والا مفہوم (جنس) بیک وقت ان سبھی کو شامل نہیں ہوتا۔ بیک وقت ایک ہی مراد لیا جا سکتا ہے۔ مگر کونسی نوع مراد ہے۔ یہ قرینہ سے متعین ہوتی ہے۔ جس نوع کا قرینہ وہی مراد و متعین ہو جائے گی۔ قرینہ ہی اسے دیگر سے علیحدہ کرے گا۔ پر کا کردار وہی ہے۔ جو "فصل" کا کردار جنس کے مأ صدقات میں ہوتا ہے۔ کہ ہر نوع کی فصل اسے دیگر سے جدا کر دیتی ہے۔ تو "توفی" یا "قبض تام" تو "اماتۃ" پر بھی صادق آتا ہے۔ یہ "انامۃ" پر بھی صادق آتا ہے۔ اور یہ "رفع" پر بھی صادق آتا ہے۔ کہ ان سبھی میں قابض کی طرف سے مقبوض کا "قبض تام" ہوتا ہے۔ مگر کہاں کیا مراد؟

جہاں جہاں قرینہ موت کا ہو، تو موت سے کنایہ۔ اور "توفیٔ موت" والی نوع متعین۔

جہاں جہاں قرینہ "نوم" کا ہو، گا تو سُلانے سے کنایہ۔ اور "توفیٔ نوم" کی نوع متعین۔

اور جب قرینہ "رفع" کا ہو، تو "توفی" متوفّٰی کے "رفع" سے کنایہ۔ اور "توفیٔ رفع" کی نوع متعین۔

الحاصل ایک سے زائد حقیقت پر صادق آنے والا مفہوم بغیر قرینہ کے کسی مخصوص نوع کے لئے متعین نہ ہو سکے گا۔

"توفی" (یعنی قبض تام) کن کن انسانی احوال کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے؟

یاد رہے کہ "توفی" یعنی "قبض تام" انسانی احوال میں سے اس کی حالت موت، حیات، نوم اور رفع سبھی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ "توفی" یا "قبض تام" مذکورہ حقائق میں سے کسی کی ضد نہیں ہے۔ سبھی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے، کہ ان پر صادق آتا ہے۔ مگر کہاں کون مراد ہے؟ یہ قرینہ طے کرتا ہے۔

''توفی'' ''اجل'' کے وقت ہے۔ تو ''توفی'' اور ''موت'' دونوں جمع۔

''توفی'' ''نوم'' کے وقت ہے۔ تو ''توفی'' اور ''نوم'' دونوں جمع۔

''توفی'' ''رفع'' کے وقت ہے۔ تو ''توفی'' اور ''رفع'' دونوں جمع۔

قرآن کریم میں ''توفی''، ''موت''، ''نوم'' اور ''رفع'' سبھی پر وارد ہوا ہے۔

''توفی'' کا اسقدر افصاح و بیان کیوں؟

ہم نے ''توفی'' کے مفہوم و مصداق پر بایں طور اس لئے گفتگو کی ہے، تا کہ ہم مسلم عوام کو عموماً اور ابنائے قادیانیت کو خصوصاً ''توفی'' کے باب میں اس خطرناک خلط سے بچا سکیں۔ جو زعمائے قادیانیت نے اپنے اغراض واہداف کے حصول کے لئے پیدا کیا۔

یاد رہے کہ جس مرزا قادیانی نے اپنے ادعاءِ نبوت کی خاطر ''ختمِ نبوت'' کے مفہوم میں تحریف اور دجل کیا۔ اسی طرح اپنے ادعاءِ مسیحیت، یا مسیح موعود کی خاطر ''توفیٔ عمومی'' اور ''توفیٔ مسیح موعود علیہ السلام'' میں تلبیس کی ناکام سعی کی۔ تو ہم نے بھی اپنے آقا و مولیٰ حضرت نبیٔ خاتم ﷺ کے اس معجزانہ مبارک قول کے مصداق کے پیشِ نظر ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اہلِ تحریف کا ابطال کرتے رہیں گے''۔ اپنے شرعی واجب کی ادائیگی کی سعی کی ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ ہم انسانیت پر قرآنی حقائق کو اصل صورت میں پیش کر سکیں۔ تا کہ وہ اہلِ الحاد کی باطل تأویلات سے محفوظ رہیں۔

قادیانیت نے تو حضرت مسیحؑ کی ''توفی'' کو ایسے خلط کر دیا کہ گویا وہ ''اماتۃ'' ہی کا مرادف نظر ہے۔ قادیانیت کی یہ کاروائی یقیناً نبی خاتم حضرت صادق و مصدوق علیہ السلام کے معجزانہ بیان کی تصدیق ہے۔ جس میں آپؐ نے فرمایا:

''میرے بعد ہر مدعیٔ نبوت کذاب اور دجال ہوگا''۔

مرزا کا کذب تو آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ’’میرے بعد نبی نہیں‘‘۔ وہ کہتا ہے کہ ’’میں نبی ہوں‘‘۔ اور دجل یہ کہ اس نے ’’توفی‘‘، ’’خاتم‘‘ اور ’’رفع‘‘ وغیرہ میں حق و باطل کو خلط کر دیا۔ ہمارا کام اس دجل کا افصاح بھی ہے۔ پھر اس کا ابطال بھی۔ عمل طویل ہے۔ باری تعالیٰ سے ہم تسہیل کے طالب ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ساتواں یونٹ: ساتویں فصل﴾

☆ ''توفی'' اسناد اور مقابلات کی روشنی میں۔

☆ ''توفیٔ اموات''، ''توفیٔ نائمین''
اور ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام'' میں واضح فرق۔

''توفی'' (قبضِ تام) اور ''اماتۃ'' (موت دینا) میں فرق:

کلمۂ ''توفی'' اور کلمۂ ''اماتۃ'' ایسے دو کلمے ہیں کہ ان میں اپنی وضع واشتقاق، پھر معنی ومدلول دونوں اعتبار سے واضح فرق ہے۔

''توفی'' کا اشتقاق (وف ی) سے، اور اس کا معنی ''تمام طور پر قبضہ میں لینا'' ہے۔ جبکہ ''اماتۃ'' کا اشتقاق (م و ت) سے، اور اس کا معنی ''مارنا'' ہے۔ اب اس فصل میں ہم ''توفی'' اور ''اماتۃ'' دونوں کلموں کے درمیان مزید فرق واضح کرنے کی خاطر قرآن کریم میں دو اعتبار سے غور کرتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم میں ہر دو ''توفی'' اور ''اماتۃ'' کی اسناد۔

(۲) قرآن کریم میں وارد بعض مقابلات۔

اعتبارِ اول: نسبتِ ''توفی'' در قرآن کریم:

قرآن کریم میں ''توفی'' کی نسبت ذاتِ باری تعالیٰ جلّ جلالہ کی طرف کی گئی ہے۔ اسی طرح ''توفی'' کی نسبت ''رسل اللہ'' اور اس کے ملائکہ کی طرف بھی کی گئی ہے، جو اللہ کے حکم سے ارواحِ بشریہ کو قبض کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿حتٰی إذا جاء أحدکم الموت توفّته رسلنا ﴾۔ ''حتی کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجائے تو ہمارے فرستادہ اسے بتمام قبضہ میں لے لیتے ہیں''۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فکیف إذا توفّتهم الملائکة ﴾۔ ''سو کیا حال ہوگا جب انہیں فرشتے پورے طور پر قبضہ میں لے لیں''۔

اسنادِ ''اماتۃ'':

''اماتۃ'' (موت دینا) کی نسبت قرآن کریم میں صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی کی طرف کی گئی ہے۔اس امر کی دلیل یہ ہے کہ ''توفی'' قبضہ میں لینا، اور ''اماتۃ'' مارنا، ہر دو مرادف نہیں ہیں۔ بلکہ ہر ایک کا اپنا مستقل معنی ہے۔ جسے ہم نے پہلے ذکر کر دیا۔

دوسرا امر فارق تقابل:

قرآن کریم میں بہت سے مواقع پر باہم مقابلات یوں تو ہیں۔

حیات کا مقابل موت۔

احیاء کا مقابل اماتہ۔

مگر کسی جگہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ:

حیات کا مقابل وفاء۔

توفی کا مقابل احیاء۔

وارد ہوا ہو۔

''متوفِّی'' (یعنی قابض) اللہ تعالیٰ بھی ہوتا ہے۔

''متوفِّی'' (یعنی قابض) غیر اللہ بھی ہوتا ہے۔مگر ''ممیت'' نہیں۔

''متوفّٰی'' (یعنی مقبوضِ تمام) میت بھی ہوتا ہے۔

''متوفّٰی'' (یعنی مقبوضِ تمام) نائم بھی ہوتا ہے۔

''متوفّٰی'' (یعنی مقبوضِ تمام) مرفوع بھی ہوتا ہے۔

بلکہ ''متوفّٰی'' (یعنی مقبوضِ تمام) وہ بھی ہوتا ہے۔جس میں موت وحیات کا تصور نہیں۔

قرآن کریم میں مذکورہ تمام امور کی مثالیں موجود ہیں۔

لہٰذا ''توفی'' اور ''اماتۃ'' مرادف نہیں۔ ہر ایک کی مستقل حقیقت ہے۔

''توفی'' کا معنیٰ ''بتمام قبضہ میں لینا''، اور ''اماتۃ'' کا معنیٰ ''مارنا، زندگی کو ختم کرنا ہے''۔
''انامہ'' کا معنیٰ ''نیندطاری کرنا ہے''۔

''مُحیی'' اور ''ممیت'' (بلکہ ''منیم'') صرف باری تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے۔

جبکہ ''متوفِّی'' (یعنی بتمام قابض) غیراللہ بھی ہوسکتے ہیں۔

فرق ازروئے تقابل اورقرآنی امثلہ:

قرآن کریم میں تقابل کے طور پر ''حیات'' اور ''موت'' وارد ہیں۔اسی طرح ''احیاء'' اور ''اماتۃ'' ہیں۔''مُحیی'' اور ''ممیت'' ہیں۔''توفی'' اور ''احیاء'' میں تقابل نہیں آیا ہے۔اس مختصر تقابل سے تو ''توفی'' اور ''اماتۃ'' کا فرق خوب واضح ہوجاتا ہے۔

اب ذیل میں قرآنی بیان درمقابلات پیش کیا جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**ھو الذی خلق الموت والحیاۃ**﴾۔(الملک: ۲)۔''وہی ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا''۔اس میں موت وحیات میں تقابل ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**کیف تکفرون باللّٰہ وکنتم أمواتاً فأحیاکم ثم یُمیتکم ثم یحییکم ثم إلیہ ترجعون**﴾۔(البقرۃ: ۲۸)۔ ترجمہ: ''تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو، جبکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تمہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے''۔

اس آیت میں ''اموات'' و ''احیاء'' میں۔اور ''احیاء'' و ''اماتۃ'' میں تقابل ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**اللّٰہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم**﴾۔(الروم: ۴۰)۔ ترجمہ: ''اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا''۔

اس آیت میں بھی ''اماتۃ'' و''احیاء'' میں تقابل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وأنه هو أمات وأحيٰ﴾۔(النجم: ۴۴)۔ ترجمہ: ''وہی ہے جس نے موت دی، اور جس نے زندہ کیا''۔

اس آیت میں ''اماتۃ'' اور ''احیاء'' میں تقابل ہے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿والله يحيي ويميت﴾۔ (آل عمران: ۱۵۶)۔ ترجمہ: ''اللہ ہی زندہ کرتا ہے، اور مارتا ہے''۔ اس آیت میں بھی ''احیاء'' اور ''اماتۃ'' میں تقابل ہے۔

نیز ارشاد ہے: ﴿لا يموت فيها ولا يحيٰى﴾۔ ترجمہ: ''وہ اس میں نہ مریں گے، نہ زندہ ہوں گے''۔ اس آیت میں ''موت'' اور ''حیات'' میں تقابل ہے۔

ہماری مذکورہ پیش کش کا ماحصل:

یہاں تک ''توفی'' کے بارے میں ہماری پیش کش سے مندرجہ ذیل امور بخوبی طور پر ہر خاص وعام پر واضح ہو گئے۔

اولاً: ''وفاء'' یا ''توفی'' نہ خود، نہ ان کا کوئی مشتق وضعاً ''موت'' پر یا ''موت دینے'' پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ سبھی کی دلالت ''تمام'' اور ''اتمام'' اور ''بتمام لینے'' یا ''بتمام عطا کرنے'' پر ہوتی ہے۔

ثانیاً: لفظ ''توفی'' لفظ ''اماتۃ'' کا مرادف نہیں۔ لہٰذا ''متوفٰی شئ'' یا ''شخص'' صرف بتمام مقبوض ہوگا۔

ثالثاً: قرآن کریم ''توفیٔ انسانی'' حضرت انسان کے تین احوال پر صادق آتی ہے۔

پہلی صورت: حضرت انسان کی اجل آنے پر ''توفی''، یعنی نفس انسان کا ایسا قبضِ تام، جس کے بعد اسے باری تعالیٰ روک لے۔ تو یہ ''توفی''، ''متوفّٰی'' کے ''اماتۃ'' سے کنایہ ہے۔

دوسری صورت: حضرت انسان کی نیند میں ''توفی''، یعنی نفس کا ایسا قبضِ تام جس کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے۔

تیسری صورت: ایک مخصوص انسان کی ''توفی'' کہ نہ وقت موت ہو، نہ حالتِ نینداوراس قبض تام کے ساتھ ''متوفّٰی'' انسان کا ''رفع'' اور ''تطہیر'' ہو۔ یہ ''توفیٔ رفع'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ ان تینوں احوال میں ''توفی'' یا ''قبض تام'' ہر حالت پر قرآن کریم میں بولا گیا ہے۔ اور وہ ''توفی'' کی صورت پر صادق آتا ہے۔

رابعاً: قرآن کریم میں حضرت انسان کا ''احیاء'' (زندہ کرنا)، ''انامۃ'' (مارنا) اس کی نسبت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کی گئی ہے۔ مگر ''توفی'' کی نسبت ملائکہ اور رسل اللہ کی طرف بھی کی گئی ہے۔ جو اللہ کے حکم سے نفوسِ بشریہ کو بتمام قبضہ میں لیتے ہیں۔

خامساً: قرآن کریم کے مقابلات ومرادفات میں سے:-

''حیات'' کا مقابل ''موت'' ہے۔ ''وفاء'' نہیں۔

''موت'' کا مرادف ''وفاء'' نہیں۔

''احیاء'' کا مرادف ''اماتۃ'' ہے۔ ''توفی'' نہیں۔

''اماتۃ'' کا مرادف ''احیاء'' ہے۔ ''توفی'' اس کا مرادف نہیں۔

''حیٌ'' کا مقابل ''میت'' ہے۔ ''متوفّٰی'' نہیں۔

''میت'' کا مقابل ''حیٌ'' ہے۔ ''متوفّٰی'' اس کا مرادف نہیں۔

''محی'' کا مقابل ''ممیت'' ہے۔ ''متوفّٰی'' نہیں۔

سادساً: ''توفی'' قرآن کریم میں ''اماتۃ''، ''انامۃ'' اور ''رفع'' پر صادق آتا ہے۔ اور حسبِ قرائن ان میں ایک متعین ہوتا ہے۔ وہ ''توفی'' ہو یا اس کے علاوہ دیگر اسکا لغوی معنی، اس کے

مادۂ اشتقاق کی بنیاد پر متعین ہوتا ہے۔ وہ اس کی بنیاد پر ہی ہر لفظ دوسرے لفظ سے مختلف اپنا مستقل معنی رکھتا ہے۔ لہٰذا جب ''موت'' و''اماتۃ''، ''حیات'' اور ''احیاء''، ''محی'' و''ممیت''، ''وفاء'' اور ''توفی'' سبھی اپنے مستقل معانی رکھتے ہیں۔ اور بنیاد ہر ایک مادۂ اشتقاق ہے۔ تو پھر کسی کو روا نہیں کہ ''قرآنی لفظ توفی'' کو اپنی نفسانی خواہش پر اپنے باطل اور فاسد معتقد کے ثابت کرنے کے لئے خلط کرے۔ اور اسے لغت واجماع امت کے خلاف پر بھی حمل کرے۔

جو شخص بھی ''توفی'' کے باب میں حق وصواب تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اور اس کے وضعی معنی اور قرآنی مأ صدقات کی معرفت جاننا چاہتا ہے۔ اسے ہمارے اس مقالہ میں مذکورہ تفصیل میں تأمل کرنا ہوگا۔ ورنہ وہ قرآن میں وارد ''توفی'' کے بارے میں قرآنی اسلوب اور لغت میں اس کے استعمال کے بارے میں خود بھی تشویش کا شکار ہوگا۔ اور دیگر کی تشویش کا بھی باعث بنے گا۔

ملاحظہ:

قرآن میں ''توفی'' غیر ذی روح اور ذی روح ہر دو کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

اولاً: غیر ذی روح کی ''قرآنی توفی'' کا چارٹ ملاحظہ کیجئے۔

''توفی غیر ذی روح'' اوران کا''قبضِ تام'':

کلمہ	قرآنی استعمال	معنی
وُفِّيَتْ	﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ﴾. (آل عمران: ۲۵).	
يُوَفِّيْ	﴿فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ﴾. (آل عمران: ۵۷).	
تُوَفَّوْنَ	﴿إِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾. (آل عمران: ۱۸۵).	
يَسْتَوْفُوْنَ	﴿إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ﴾. (المطففين: ۲).	
أوْفُوْا	﴿وَأَوْفُوْا بِعَهْدِىْ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ﴾. (البقرة: ۴۰).	
أوْفٰى	﴿ومَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ﴾. (التوبة: ۱۱۱).	
وُفَّتْ	في الحديث: ﴿كلّما قرصت وفت﴾۔	

☆ مذکورہ قرآنی کلمات سبھی مادّہ''وفاء'' سے مشتق ہیں۔ جو اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔''توفی''،''وفاء'' اوران کے مشتقات غیر ذی روح کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جہاں پر موت ونیند کا تصور ہے ہی نہیں۔صرف''اتمام'' و''اکمال'' اور''استیفاء'' پورا لینا، پورا دینا اور قبض تام ہی ہے۔

☆ ہاں اگر''توفیٔ ذی روح'' ہے۔ جہاں پر موت وحیات اور نیند کا تصور ہوتا ہے۔ پھراس کی ''توفی'' کے ساتھ زائد امر یعنی قرینہ ہو۔تو''توفی'' کا معنی بھی زائد ہو جائے گا۔اور وہ حسبِ قرینہ قبضِ تام ''قرینۂ موت'' کے ساتھ ''إماتة المتوفّٰى''۔

''قرینۂ نوم'' کے ساتھ ''إنامة المتوفّٰى''۔

اور بغیر قرینۂ موت ونوم کے ''رفع'' کی وجہ سے''رفع المتوفّٰى'' ہو جائے گا۔

مندرجہ ذیل چارٹ اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔

''توفیٔ غیر ذی روح'' اور ''ذی روح'' کا مشترکہ چارٹ:

﴿''توفی'' قبضِ تام﴾			
غیر ذی ورح = امثلہ	''ذی روح'' (جنس) تین ماٰصدقات۔ = امثلہ		
۱) ﴿تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ﴾ ۲) ﴿تَوَفَّيْتُ الثَّمَنَ﴾.	''توفّي الأنفس'' موت کے وقت امساک سمیت۔	''توفّي الأنفس'' نیند میں ارسال کے ساتھ۔	''توفیٔ عیسیٰ'' بغیر قرینۂ موت ونیند کے۔
''متوفّٰی'' کو پورے طور پر قبضہ میں دے دینا، لے لینا۔ موت وحیات اور نیند کا تصور نہیں۔	''متوفّٰی'' کو مار دینا۔	''متوفّٰی'' کو سُلا دینا۔	''متوفّٰی'' کا رفع کر لینا۔
''توفی'' ہے۔ مگر موت وحیات اور نیند نہیں۔	''توفی'' ہے۔ موت بھی ہے۔ حیات نہیں۔	''توفی'' ہے۔ نیند بھی ہے۔ مگر موت نہیں۔	''توفی'' ہے۔ رفع ہے۔ حیات ہے۔ نیند ہے۔ مگر موت نہیں
۱) مثال اول میں ''متوفّی'' (اللہ) مذکور نہیں۔ ۲) ''متوفّی'' بائع۔ ''متوفّٰی'' ثمن۔	''متوفّی'' اللہ تعالیٰ۔	''متوفّی'' اللہ تعالیٰ۔	''متوفّی'' اللہ تعالیٰ۔
۱) ''متوفّٰی'': اجور بندے۔ ۲) ''متوفّٰی'' قیمت۔	''متوفّٰی'': میت۔	''متوفّٰی'': نائم۔	''متوفّٰی'': مرفوع، مطہر، عیسیٰ علیہ السلام۔

مذکورہ جدول میں موجود ''توفی'' کے قرآنی مواقع:

۱- غیر ذی روح قرآن میں: ﴿إِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾. (آل عمران: ۱۸۵).

۲- ذی روح کی نوعِ اول: ﴿اللّٰه يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا﴾. (الزمر: ۴۲).

۳- ذی روح کی نوعِ ثانی: ﴿وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا﴾. (الزمر: ۴۲).

۴- ذی روح کی مخصوص توفی: ﴿يا عِيْسٰى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْک، ألخ﴾. (آل عمران: ۵۵).

مسک الختام در ''توفیٔ قرآن'':

بنی آدم کی ''توفی'' میں قرآن کریم نے تین ''توفیات'' کا ذکر فرمایا ہے۔

پہلی ''توفی'': ''توفیٔ موت'' ہے۔ جو نفوسِ بشریہ کی اجل آنے پر ''توفی'' ہے، امساکِ روح کے ساتھ۔

دوسری ''توفی'': ''توفیٔ نائمین'' (سونے والے کی توفی)۔ یہ نفوسِ بشریہ کی بحالتِ نوم ''توفی'' ہے۔ ارسالِ روح کے ساتھ۔

تیسری ''توفی'': ''توفیٔ رفعِ عیسی علیہ السلام''۔ جو اجل سے پہلے بلا امساکِ روح، اور بحالتِ نوم اور ارسال کے ذکر سے خالی۔

''توفی'' اور ماٗ صدقات کی علمی تحلیل:

مفہومِ ''توفی'' ایک سے زائد حقائق پر صادق آنے والا، وہ اہلِ علم کے ہاں جنس ہے۔ جس کے مذکورہ تینوں ماٗ صدقات حقائقِ مختلفہ ہیں۔ جو اس کی انواع ہیں۔ اور اس کی ہر نوع میں دو امر کی تعیین و ملاحظہ ضروری ہے۔

۱۔ امر جامع، مشترک در تمام ماہیات۔

۲۔ امر ممیّز برائے ہر ماہیت (یا ہر حقیقت کی فصل)۔

نتیجۂ تأمل باعتبارِ مذکور:

مذکورہ دو اعتبار سے جب ''توفی'' کے ''ماٗ صدقات'' کا مطالعہ کریں۔ تو ہم تینوں توفیات میں مندرجہ ذیل جزء پاتے ہیں۔

پہلی قسم: کا قرآن کریم میں جزءِ مشترک ''متوفّٰی'' کی ''توفی'' یعنی ''قبضِ تام'' ہے۔ اور

جزءِ ممیّز جو دیگر سے اسے ممتاز کرے، یا اس کی فصل "حين الموت" اور "الإمساك" ہے۔

دوسری قسم: کا قرآن کریم میں جزءِ مشترک "متوفّٰی" کی "توفی" یعنی "قبضِ تام" ہے۔ اور جزءِ ممیّز جو دیگر سے اسے ممتاز کرے۔ وہ "في المنام" اور "الإرسال" ہے۔

تیسری قسم: "توفی" مخصوص عیسٰی علیہ السلام (قبضِ تام) یا "توفی" جزءِ مشترک ہے۔ اور دیگر دونوں "اماتۃ" اور "انامۃ" سے اسے ممتاز کرنے، یا اس کی فصل ایک سے زائد اشیاء ہیں، جو اسے اموات کی "توفی" اور نائمین کی "توفی" سے ممتاز کرتے ہیں۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ فصلِ اول: اس کا مخصوص شخص کی توفی ہونا۔
۲۔ فصلِ ثانی: بلا ذکر قرینۂ موت ہونا۔
۳۔ فصلِ ثالث: بلا ذکر قرینۂ نوم ہونا۔
۴۔ "توفی" کے لئے اسم فاعل لانا، جو حدوث و استمرار کے لئے نہیں ہوتا۔
۵۔ "توفی" کے مفعول کا غیر میت، غیر نائم ہونا۔
۶۔ "توفی" میں فاعل کے دیگر دو فعل "رفع"، "تطہیر" کا بھی جمع ہونا۔ جبکہ عمومی "توفی" میں فاعل کے ایک ہی فعل کا ذکر ہے۔

مذکورہ امور ذہن نشیں کرانے کے لئے ان صورت کا جدول بیان ہوتا ہے۔

﴿ختام چارٹ﴾

رقم	’’متوفّٰی‘‘ کی حالت۔	جزءِ مشترک	جزءِ ممیّز
۱	توفي الأموات۔	قبضِ تام۔	’’حين الموت‘‘ اور ’’إمساكِ نفس‘‘۔
۲	توفي النائمين۔	//	’’في المنام‘‘ اور ’’إرسالِ نفس‘‘۔
۳	توفي شخص مخصوص عیسیٰؑ بلا موت، وبلا نوم۔	//	۱) شخص معین۔ ۲) قرینۂ موت سے خالی۔ ۳) قرینۂ نوم سے خالی۔ ۴) ’’توفی‘‘ کے لئے حدوث واستمرار کا صیغہ نہ ہونا۔ ۵) ’’متوفّٰی‘‘ کا غیر میت، غیر نائم ہونا۔ ۶) ’’توفی‘‘ کے ساتھ ’’رفع‘‘ و ’’تطہیر‘‘ ہونا۔

﴿ آٹھواں یونٹ: آٹھویں فصل ﴾

بعض علمی اصطلاحات کی تعریفات
جن کا جاننا الحاد فی آیات اللہ کرنے والوں کے معالجہ کیلئے ضروری ہے۔

یاد رہے کہ بعض معروف علمی اصطلاحات ایسی ہیں جن کی حقائق کا ادراک، ان میں رسوخ، اوران کے مأ صدقات پر اجراء طلبۂ علم کیلئے ضروری ہے۔تا کہ وہ اہل الحاد کا کما حقہ ردّ اوران کی طرف سے اسلامی مسلمات پر پیش کردہ شبہات کا محکم طور پر ازالہ کر سکیں۔

یہ علمی اصطلاحات اہل علم کے محاورات میں معروف ہیں جو کہ بعض امور میں باہم مشترک بھی ہیں۔اور بعض امور ان کے مابین وجوہ امتیاز ہیں۔کیونکہ ان میں سے ہر مفہوم اپنی حقیقت اور ماصدق میں ایک دوسرے سے الگ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے۔

اس فصل کا آغاز ہم ان امور کی علمائے امت کے ہاں اہمیت کے بیان سے شروع کرتے ہیں:

امام سیوطی رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب (اتقان) میں لکھتے ہیں:

"إن الاطلاع علی حدود هذه المصطلحات من واجب المفسر وإلّا لا يطابق التفسير المفسر".

ترجمہ: مصطلحات کی تعریفات کو جاننا مفسر کے واجبات میں سے ہے ورنہ تفسیر اور مفسر (جس کی تفسیر کی جارہی ہے) میں مطابقت نہ رہے گی۔

ہمارا تجربہ:

ہمارا اپنے تجربے کی روشنی میں یہ خیال ہے کہ آج کل لوگوں کے خلط میں پڑنے یا گمراہ لوگوں کے خلط و تلبیس سے متاثر ہوکر ان کی تفسیری اخطاء اور تحریفات میں ان کے ساتھ شریک ہوجانے کا اہم سبب علمی اصطلاحات کی تعریفات سے ناواقفیت، ان میں ناپختگی اور عدم رسوخ ہے۔

ان علمی مصطلحات کی تعریفات اوران حقائق کی معرفت میں رسوخ یقیناً شرعی نصوص کے فہم وتفہیم، علوم شریعت کی تلقی اور القاء کے باب میں اپنی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ نیز ان میں مہارت، شرعی نصوص کواہل الحاد کے الحاد سے تحفظ دینے، دجالین کے دجل سے اسلامی مسلمات کی حمایت اور مسلم عوام کے عقائد کی حفاظت اور شرعی ثوابت کے ساتھ اہل باطل کے غیر شرعی کھیل کوروکنے کیلئے اشد ضروری ہے۔

ہم اس فصل میں بعض اہم علمی اصطلاحات کی تعریفات ان کی مذکورہ اہمیت کے پیش نظر بھی پیش کررہے ہیں۔اور ہماری غرض یہ ہے کہ:

اولاً: ان اصطلاحات کی تعریفات کوطلبہ کے اذہان میں ایسا پختہ کریں کہ وہ ان فنون کی کتب میں مذکورہ مثالوں کے علاوہ بھی قرآن وسنت اورلغت میں واردمفردات پر ان کی عملی تطبیق واجراء کرسکیں۔اورہمارے طلبہ علم محض تقلیدی مثالوں تک ہی محدود نہ رہیں۔

ثانیاً: ان اصطلاحات کی حقیقت کے بارے میں علی وجہ البصیرت عدم واقفیت سے مبتدی طلبہ میں ان کے مدلولات ومأ صدقات میں تشابہ اوراشتباہ کا شکار ہوجاتے ہیں۔ان میں رسوخ پیدا کرکے انہیں اس اشتباہ وتشابہ سے بچایا جائے۔

ثالثاً: اسلامی مسلمات وثوابت کا ان اہل الحاد کی کارستانیوں سے تحفظ ہوسکے جوکہ نصوص شرعیہ کواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول علیہ السلام کی مراد کے خلاف پرحمل کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔تاکہ ان اصطلاحات میں رسوخ کے بعد ہمارے طلبہ ان ملحدین کا تعاقب کرسکیں۔

رابعاً: یقیناً اہل ضلال پر ردّ اہل الحاد کے مواقعِ الحاد پرمطلع ہونے کے بعد ہی ممکن ہوسکے گا۔اور یہ کام ان مصطلحات میں متمکن لوگوں ہی کا کام ہے۔وہی شرعی نص کواس کے محمل پرحمل کرنے اوراللہ اوررسول کی مراد بتانے کے اہل لوگ ہیں۔

خامساً: اپنے طلبہ کی تربیت کہ وہ اس شرعی حکم پر جو کتاب وسنت سے ثابت ہے اس کے افصاح وبیان پر متمکن ہوسکیں گے۔

سادساً: علوم شرعیہ کے طلبہ کیلئے دین مین فتنہ پرور لوگوں بر ردّ، اور ردّ کے شرعی وظیفہ کو آسان بنایا جا سکے۔ پھر وہ ان لوگوں کے خلط کو واضح کرسکیں۔ جو شرعی نصوص کی تفسیر وتشریح شارع اور شریعت کی خدمت کیلئے نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے باطل نظریات کے اثبات کیلئے ان نصوص کو استعمال میں لاتے ہیں۔ اس اہم دینی خدمت میں آسانی ان مصطلحات میں رسوخ سے ہی پیدا ہوگی۔

اہل باطل کے اس گھناؤنے کردار کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے یوں واضح کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> ''یہ قرآن کے لفظ سے اس کے مدلول کو یا اس کی مراد کو سلب کرتے ہیں، اور اسے اس معنی پر حمل کرتے ہیں جس پر اس کی دلالت نہیں ہوتی۔ نہ وہ اس کی مراد ہوتی ہے۔ وہ ایسی تاویلات لاتے ہیں جس کا سلف امت صحابہ یا تابعین کی رائے یا تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا''۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں:

گمراہ فرقوں کے بارے میں ان کے اسالیب استدلال اور طریقہائے واردات کے مطالعہ اور فتن فی الدین اٹھانے میں اربابِ فتن کی جدوجہد کا محکم ردّ اور علاج ومعالجہ ان علمی اصطلاحات میں رسوخ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے قرآن کی تفسیر کرنے والے کیلئے جن امور کو اہم ترین قرار دیا ہے۔ وہ یوں ہیں:

اولاً: عربی زبان پر مکمل عبور۔

ثانیاً: مختلف علوم کی معرفت۔

اوراصول کی اس قدر واقفیت جس سے کہ اشیاء کی تعریفات کا ادراک ہو سکے۔ نیز امر و نہی اور خبر کے صیغے، مُجمل ومبیّن، عموم وخصوص، مطلق ومقید، مُحکم ومتشابہ، ظاہر ومؤول، حقیقت ومجاز، صریح وکنایہ کا ادراک ہو سکے۔

ان تمام علمی اصطلاحات سے واقفیت قرآن کی تفسیر کرنے والے کیلئے ضروری امر ہے۔

اہل علم کے ہاں مذکورہ اصطلاحات سے پورے طور پر واقفیت کی اہمیت کے پیش نظر اس بارے میں ہم اپنے طلبہ کو نصیحت کریں گے کہ وہ اپنی ہمت کو خوب صرف کریں اور اپنے اذہان وافکار کو مندرجہ ذیل امور میں خوب حرکت دیں:

اولاً: ہر فن کی اصطلاح کی دوسرے فن کی اصطلاح سے تمیز کریں۔

ثانیاً: اربابِ فن نے جیسے اپنی اپنی اصطلاح کی تعریف کی، اس کی ویسی ہی تعریف کرنے کا خوب التزام کریں۔

ثالثاً: کسی بھی اصطلاح کی تعریف ہو تو اس کا ماصدق بھی وہی ہو جو اربابِ فن کے ہاں مسلّم ہو۔

اب ہم اپنے مقالہ کی مناسبت سے امام سیوطی کی ذکر کردہ وہ اصطلاحات لیتے ہیں جن کا ہمارے موضوع توفی سے تعلق ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱-خاص۔ ۲-عام۔ ۳-حقیقت ومجاز۔ ۴-مشترک ومؤول۔ ۵-صریح وکنایہ۔

نیز توفی کے موضوع کی تنقیحِ مزید اور ایضاح وافصاح کی خاطر ہم نے مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات کے ساتھ مندرجہ ذیل کو بھی شامل کرلیا ہے:

ا: جزئی۔ ۲: کلی۔ ۳: جنس۔ ۴: نوع اور فصل اوران کے تابع بعض امور۔

اب ہم ان اصطلاحات کی تعریفات کا آغاز کرتے ہیں۔اور کوشش کریں گے ان میں جو ہمارے موضوع ''توفی'' پر منطبق ہوسکیں ان کی تطبیق واجراء بھی کرتے چلیں۔

خاص کی تعریف اور تطبیق:

خاص:

وہ لفظ ہے جو کسی اکیلے معلوم معنی یا شخص معین کیلئے بطور انفراد کے وضع ہو (بطور انفراد وضع سے مراد یہ ہے کہ لفظ خاص اپنی وضع میں افراد کیلئے موضوع نہیں ہوتا۔

خاص کی اس تعریف میں مندرجہ ذیل امور کا استحضار ضروری ہے:

أ — خاص یا تو شخص معین کیلئے وضع ہوگا جیسے عیسیٰ، موسیٰ، محمد۔ یہ تمام اعلام معین اشخاص کیلئے وضع ہیں۔ ہر علم مخصوص شخص کیلئے ہے، دیگر پر اس کے صادق ہونے کا سوال ہی نہیں۔

ب — یا وہ اکیلے معنی معلوم کیلئے وضع ہو۔ جیسے: رجل۔ بالغ مذکر بنی آدم کیلئے وضع ہے۔ اور لفظِ ''رجل'' ایسے ہر بنی آدم مذکر پر صادق آتا ہے۔ کہ سب کی اغراض متحد ہیں۔

اسی طرح ''رسول'' اللہ تعالی کے منتخب شخص کیلئے وضع ہے۔ اور وہ ہر رسول پر صادق آتا ہے۔

اسی طرح ''انسان'' حیوان ناطق کیلئے وضع ہے۔ جو طفل، رجل، امرأۃ، سبھی پر صادق آتا ہے۔ ہر ایک اپنی اغراض میں دیگر سے مختلف ہے۔

ج — لفظ خاص کا اکیلا معنیٰ معلوم کثرت کیلئے وضع نہیں ہے۔

یاد رکھیں کہ رسول، رجل، انسان، کثرت افراد کیلئے وضع نہیں ہیں۔ وہ کثرت پر صادق آتے ہیں۔ مگر خاص میں جانب صدق ملحوظ نہیں ہوتی صرف جانب وضع کا اعتبار رہتا ہے۔ لہٰذا یہ خاص ہی ہیں چاہے کثرت پر صادق آئیں۔

اگر لفظ خاص شخص معین کیلئے وضع ہے تو اس کا فرد ایک ہی ہوتا ہے۔ اس میں کثرت پر صدق کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ ایسے خاص کو ''خاص الفرد'' کہتے ہیں۔

اور اگر لفظ خاص کا معنی جس کی وضع افراد کیلئے نہیں مگر اس کے معنی کا اطلاق کا صدق کئی افراد پر ہوتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

اگر افراد متحدۃ الاغراض ہیں۔ جیسے لفظ ''رجل'' ''ذکر بالغ بنی آدم''۔ یہ اس کے کروڑوں افراد پر صادق ہے۔ جو متحدۃ الاغراض ہیں تو یہ ''خاص النوع'' ہے۔

اسی طرح لفظ ''رسول''، ''نبی''، ''عالم'' اور ''جاہل'' وغیرہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک وضع افراد کے لئے نہیں۔ مگر صدق کثرت پر ضرور ہے۔

اور اگر لفظ خاص کا معنی جس کی وضع تو افراد کیلئے نہیں۔ مگر وہ معنی کئی ایسے افراد پر صادق آتا ہے جو مختلف الاغراض ہیں۔ جیسے انسان کا معنی (حیوان ناطق) ہے۔ جو طفل، رجل، امرأۃ سبھی پر صادق آتا ہے۔ اور یہ سب مختلفۃ الاغراض ہیں۔ تو ایسا لفظ ''خاص الجنس'' ہوتا ہے۔

اور یوں خاص کی تین اقسام ہوگئیں:

۱- خاص الفرد: جہاں ایک فرد سے زائد پر صادق ہونے کا تصور ہی نہیں۔

۲- خاص النوع: جو کئی متحدۃ الاغراض افراد پر صادق آتا ہو۔

۳- خاص الجنس: جو کئی مختلف الاغراض افراد پر صادق آتا ہو۔

''توفی'' تیسری قسم میں سے ہے۔ لفظِ ''توفی'' جنس ہے۔ جو ان افراد ''توفیٔ موت''، ''توفیٔ نوم'' اور ''توفیٔ رفع'' پر صادق آتا ہے۔

وضع اور صدق میں فرق:

''وضع'': کسی لغت میں لفظ کا اس کے معنی کیلئے تعین کرنا۔ جیسے: عیسیٰ، موسیٰ، محمد، رسول،

رجل، انسان۔ اور ''توفی'' کا اپنے اپنے مخصوص معانی کے لئے متعین ہونا۔ پھر وضع ولغت کے اعتبار سے ان میں سے ہر لفظ اکیلے معلوم معنی کیلئے متعین ہے۔ اس کی وضع افراد کیلئے نہیں ہے۔ تو یہ خاص ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کا معنی کثرت پر صادق آتا ہے تو صدق کا پہلو غیر ملحوظ ہے۔

''صدق'': کسی لفظ کا ایک سے زائد افراد پر اطلاق کا درست ہونا۔

''خاص'' میں وضع کا اعتبار ہوتا ہے۔ صدق کا نہیں۔

لفظِ ''توفی'' وضع اور صدق کے اعتبار سے:

لفظ ''توفی'' کی وضع (قبض تام کیلئے ہے) جو اکیلا اور معلوم ہے۔ مگر اس کا صدق کثرت پر ہے، جو:

توفی (حین الموت) پر بھی ہوتا ہے۔ جو متوفّٰی کا اماتہ (مارنا) ہوتا ہے۔

توفی (فی المنام) پر بھی ہوتا ہے۔ جو متوفّٰی کا انامہ (سُلانا) ہوتا ہے۔

توفی (علی الرفع) پر بھی ہوتا ہے۔ جو متوفّٰی کا مرفوع ہونا ہے۔

کثرت پر صادق خاص مفہوم کا حکم:

وہ مفہوم خاص جو کثرت افراد پر صادق آتا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ چونکہ اس کی وضع افراد کیلئے نہیں ہے۔ لہٰذا وہ کثرت کو شامل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بیک وقت اس میں سے ایک ہی فرد مراد ہوتا ہے۔ اب اس کے کثیر ماٴ صدقات میں سے فردِ مراد کا تعین کیسے ہوگا؟

کثرت پر صادق آنے والا مفہوم خاص اگر جنس ہے۔ تو اس کی کونسی نوع مراد ہوگی؟ پھر نوع کے افراد یا جزئیات میں سے کونسا شخص یا جزئی مراد ہوگی؟ اس کیلئے ایک زائد امر کی ضرورت ہے۔ اور وہ ہے قرینہ۔ وہ لفظی ہو یا غیر لفظی۔ جیسے: ''نبی'' ایک جنس ہے۔ جس کا معنی:

وہ ذات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منصبِ نبوت کے ل ئے چنا۔اس جنس کے تحت دو نوع ہیں۔ (ا) تشریعی نبی۔(۲) غیر تشریعی نبی۔پھر تشریعی نبی ایک نوع ہے۔جس کے تحت کئی جزئیات ہین۔جیسے: ''صاحبِ قرآن نبی''۔تو مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''صاحبِ انجیل'' یا ''توفی والا نبی'' تو مراد حضرت عیسی علیہ السلام ہیں۔

اسی طرح ''توفی'' جنس ہے۔جس کی کئی نوع ہیں۔اور ہر نوع کے افراد کے ساتھ اگر قرینہ موت (حین الموت اور امساک) ہو تو یہ قرینہ ہے کہ اس سے مراد ''اماتۃ'' (''متوفّی'' کا مارنا) ہے۔

''توفی'' کے ساتھ اگر قرینہ نوم (فی المنام اور ارسال) ہو تو یہ قرینہ ہے کہ اس سے مراد ''انامۃ'' (''متوفّی'' کا سُلانا) ہے۔

''توفی'' کے ساتھ قرینہ (رافعک) معین کرے گا کہ اس سے مراد ''رفع'' ہے۔

حکم خاص:

خاص کا حکم: یہ ہے کہ وہ اپنے مدلول کو حتمی طور پر بلا کسی زیادتی و کمی متناول ہو گا۔

جیسے: (عیسی) کا مدلول شخص عیسی ہے۔اس کی روح بلا جسد یا جسد بلا روح مراد نہیں۔

اسی طرح توفی سے مراد ''قبضِ تام'' ہے۔قبضِ روح نہیں۔کہ اس میں تو روح کی زیادتی اور تام کی کمی ہے۔

کثرت پر صادق خاص کا حکم:

کثرت پر صادق مفہوم خاص کا حکم یہ ہے کہ اس کے فردِ مراد کی تعیین کیلئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔وہ لفظی ہو یا غیر لفظی۔مگر جب کسی فرد کا قرینہ موجود نہ ہو، تو اس کا کوئی معیّن فرد

مراد نہ ہوگا۔ لفظ اپنے وضعی معنی پر ہی بولا جائے گا۔ جیسے: ''توفی'' قبض تام ہی ہے۔ اگر اس کے ساتھ قرینہ ہوتو وہی بتائے گا کہ یہ ''توفیٔ موت'' ہے۔ ''توفیٔ نوم ہے۔ یا ''توفیٔ رفع'' ہے۔

اگر کوئی شخص توفی کو بلا قرینہ ''اماتۃ'' (مارنا) پر حمل کرلے، تو یہ قطعیت خاص کے منافی ہے۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں:

''توفی'' کو ''توفیٔ روح'' پر حمل کرنا۔ یہ قطعیت توفی کے خلاف ہے جو لغت واصول کی کھلی مخالفت ہے۔

ہاں! ''توفی'' کا اکیلا معنیٰ ''قبض تام'' ہے۔ جب اس کے ساتھ ''النفس'' ہوتو یہ ''توفیٔ نفس'' ہے۔

پھر اس کے ساتھ اگر ''حین الموت'' ہوتو یہ ''متوفّٰی'' کا موت کے وقت قبضہ میں لینا ہے۔

پھر اس کے ساتھ اگر اللہ کا فعل ''یُمسک'' ہے، ''وہ روک لیتا ہے''۔ جیسے: ﴿**اللّٰہ یتوفّی الأنفس حین موتھا فیمسک**﴾۔ اس مجموع کلام کا معنیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ نفوس بشریہ کو ان کی اجل آنے پر بتمام قبضہ میں لیتا اور انہیں روک لیتا ہے''۔

اس تمام لفظ یا اس نص قرآن سے ''متوفّٰی'' کی موت لازم آتی ہے۔ لہٰذا یہ توفی اپنے لازمی معنیٰ ''اماتۃ'' یعنی مارنا سے کنایہ ہے۔

اسی طرح ''**توفي في المنام**'' اور ''**یُرسلُ**'' کو اصحاب نفوس کا سُلانا لازم ہے۔ تو یہ ''توفی'' ان کو سُلانے سے کنایہ ہے۔

اسی طرح عیسیٰ کی توفی بلا موت و بلا نوم قبض تام ہے۔ جس کے ساتھ ان کا رفع اور تطہیر بھی ہے۔ جو کہ صراحت کہلاتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ ''قبضِ تام'' + ''رفع'' + ''تطہیر'' تینوں امور جمع ہوتے ہیں۔

قرآن کریم نے عمومی بشر کی توفی کو تو کنایہ سے بیان کیا۔ مگر حضرت عیسیٰ کی توفی + رفع + تطہیر کو صراحت سے بیان کیا۔ یہی سب سے وجیہ تفسیر ہے۔

یہاں تک ہم نے اصولی اصطلاحات میں سے ''خاص'' کی حدّ وحکم بیان کیا ہے۔ پھر ''توفی'' پر اس کا اجراء و تطبیق بھی کر دی ہے۔ (فللّٰه الحمد و المنة)۔

۲: ﴿عام﴾

تعریف: ''عام'': وہ لفظ ہے جو ایک ایسے معلوم معنی کیلئے وضع ہو جو اپنی وضع میں کثرتِ افراد کے لئے ہو۔ ''توفی'' اس قبیل سے نہیں ہے۔

عام کی اس تعریف کی تطبیق کی خاطر ہمیں مندرجہ ذیل امور کا استحضار کرنا ہوگا۔

أ— عام بھی خاص کی طرح اکیلے معنی کیلئے ہوتا ہے۔

ب— عام بھی خاص کی طرح معلوم المراد ہوتا ہے۔

ج— اس کی وضع کثرت افراد کیلئے ہوتی ہے۔ (اور یوں وہ خاص سے ممتاز ہوتا ہے)۔

د— وہ اپنے تمام افراد کو مشتمل ہوتا ہے (اور یوں وہ مشترک سے ممتاز ہوتا ہے)۔

امثلہ عام: جیسے کہ:

''الأنفس'' ارواح۔

''الرسل'' رسول کی جمع۔

''من'' عقلاء۔

''ما'' غیر عقلاء۔

عام کا حکم:

عام اپنے معنی پر دلالت میں قطعی ہوتا ہے۔ سوائے اس کے وہ مخصوص البعض ہو۔

۳- حقیت اور مجاز:

حقیقت: لفظ اپنے اسی معنی کیلئے استعمال ہو جس کیلئے وہ وضع ہو۔ جیسے لفظ ''اسد''۔ شیر کیلئے۔

مجاز: وہ لفظ جو اپنے معنیٔ موضوع کے علاوہ دیگر کیلئے استعمال ہو۔ جیسے ''اسد'' کا استعمال بہادر انسان کیلئے۔

مجاز میں ضروری امور:

مجاز میں مندرجہ ذیل امور کا استحضار ضروری ہے:

أ- لفظ موضوع کو اپنے اصل اور وضعی معنی سے دیگر کی طرف پھیرنا۔ اس وقت ہوتا ہے جب وضعی معنی مستحیل ہو۔

ب- لفظ کو اصل وحقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے کیلئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔ جو لفظ کو اصل سے مجاز کی طرف پھیرنے والا اور اصل کو مراد لینے سے مانع ہوتا ہے۔

ج- کوئی لفظ حقیقی اور مجازی معنی پر بیک وقت استعمال نہیں ہوتا۔

ملحوظہ:

توفی میں حقیقت ومجاز، یہ حقائق جاری نہیں ہوتے۔

منقول:

منقول: وہ لفظ ہے جو کسی معنی کیلئے وضع ہو، اور اس کا اس معنی میں استعمال ترک کر دیا گیا۔ وہ دیگر معنی میں منتقل ہو کر اسی میں مشہور ہو گیا ہو۔ جیسے: لفظ ''صلاۃ''۔ اس کی وضع تو ''دعا'' کیلئے ہے۔ مگر وہ اس سے ایک مخصوص عبادت کیلئے منقول ہو گیا ہے۔

منقول کے اقسام:

''منقول'' کی اس کے ناقل کے اعتبار سے تین اقسام ہیں:

أ- **منقول شرعی:** جس کا ناقل شرع ہے۔ جیسے: ''صلاۃ''۔ ''صوم''۔ ''حج''۔ ''زکاۃ''۔ ان میں سے ہر ایک کا وضعی معنیٰ ہے۔ مگر شارع نے انہیں مخصوص شرعی مفاہیم کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

ب- **منقول اصطلاحی:** جس لفظ کے ناقل مخصوص اربابِ فن ہوں۔ جیسے کہ: ''نحاۃ''۔ ''اصولیین''۔ ''مناطقہ''۔ یہ سبھی کلمات کو وضعی معانی سے اپنے مخصوص اصطلاحی معانی کیلئے نقل کر لیتے ہیں۔ پھر ان کلمات کے ان کے فنون میں مخصوص معانی ہوتے ہیں۔ جن کی رعایت نہ کرنا نصوص میں خلط کا باعث ہوتا ہے۔

☆ ''توفی'' از قبیلِ منقول نہیں ہے۔

مشترک:

مشترک: وہ لفظ ہے جو ابتداء ہی سے کثیر معانی کیلئے وضع ہو۔ جیسے: لفظ ''عین'': کئی معانی کے لئے وضع ہے۔

اس تعریف کی رُو سے مشترک میں مندرجہ ذیل امور کا استحضار ضروری ہے۔

أ- مشترک کے تمام معانی حقیقی ہوتے ہیں۔ اگر کوئی لفظ کسی معنی میں تو حقیقی بنے، اور کسی دیگر میں مجازی۔ جیسے کہ: لفظ ''خاتم'' آیتِ خاتم النبیین میں۔ ''آخری'' کے معنی میں حقیقی طور پر ہے۔ اور ''خاتم'' کا لفظ لوگوں کے کلام میں ''**فلان خاتم المفسرین**'' ہے۔ میں ''افضل'' کے لئے مجازی طور پر برائے مبالغہ ہے۔ قادیانی خلط یہ ہے کہ آج ان کے ایکٹرز ''خاتم'' کے حقیقی معانی میں سے ''آخری'' کو لیکر اس کے ساتھ اسکے مجازی استعمال ''افضل'' کو ملا کر کہتے ہیں کہ ''خاتم'' ''آخری'' اور ''افضل'' میں مشترک ہے۔ یہ عظیم خلط

ہے۔''مشترک''حقیقی اور مجازی معنوں میں مشترک نہیں ہوتا۔

ب— قادیانیت کا دجل ہے کہ وہ لفظِ''خاتم''کو''آخری''اور''افضل''میں مشترک کہے۔حالانکہ امرِ واقعی وہ ہے جس کا ہم نے بیان کیا ہے۔

ج— مشترک ایک وقت میں صرف ایک ہی معنی پر دلالت کرتا ہے۔سب کو شامل نہیں ہوتا۔جبکہ عام اپنے کثیر افراد کو شامل ہوتا ہے۔

د— جب''مشترک''کے معانی میں سے ایک معنی متعین ہو جائے تو دیگر کے اعتبار کا ارادہ ساقط ہو جاتا ہے۔

مشترک کی مثال: جیسے لفظ خاتم۔یہ''انگھوٹی''،''نگینہ''،''مہر''،''نقش مہر''،''حیوان کے قدم کی سفیدی''،''گدی کا گڑھا''اور''آخری''میں مشترک ہے۔

مؤول:

''مشترک''کے معانی میں سے جو راجح ہو جائے وہ''مؤول''کہلاتا ہے۔جیسے آیتِ خاتم النبیین میں لفظِ''خاتم''،''آخری''کے لئے۔

ظاہر و خفی:

ظاہر: ہر وہ کلام جس کی مراد سامع پر محض سننے پر ہی ظاہر ہو جائے۔اور اسے اس میں تامل کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔وہ''ظاہر''کہلاتا ہے۔

خفی: ہر وہ کلام جس کی مراد سامع پر سننے سے ظاہر نہ ہو۔اور اسے اس میں تامل کی ضرورت ہو۔

مذکورہ تعریف کی روشنی میں ہر دو کے بارے میں مندرجہ ذیل امور کا استحضار ضروری ہے:

أ— ظاہر لفظ کا وہ معنی ہے جو بولنے پر فوراً سمجھا جائے،خفی اس کے خلاف۔

ب— عقل ظاہر میں غیر کے احتمال کو جائز سمجھتی ہے۔مگر دیگر کا احتمال اگر بلا دلیل ہوتو وہ خود ساقط ہو جاتا ہے۔یادرہے کہ بلا دلیل احتمال کی طرف نظر نہیں کی جائے گی۔

ج— ظاہرِ کلام سے بلا تاویل عدول درست نہیں۔''تاویل'' لفظ کوکسی دلیل سے اس کے ظاہر سے پھیرنے سے عبارت ہے۔

مثال: ارشاد باری تعالی ہے:﴿أحل الله البيع وحرم الربوٰ﴾۔بیع کے حلال ہونے اورسود کے حرام ہونے میں ظاہر ہے۔یہ دونوں معانی مجرد سماع سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

صریح اورظاہر میں مقارنہ:

صریح لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کا نام ہے۔جبکہ''ظاہر'' وہ کلام ہے جس کی مراد ظاہر ہے۔

''صریح'' کاظہور بیّن یعنی تام ہوتا ہے۔جبکہ''ظاہر'' کا تام نہیں ہوتا۔

''ظاہر''خفی کا مقابل ہے۔جبکہ''صریح'' کنایہ کا مقابل ہے۔

''صریح''میں حقیقت ومجاز بھی جاری ہوتے ہیں۔جبکہ''ظاہر''میں نہیں۔

''صریح'' سے حقیقت کی مثال: ''بعتُ''۔میں نے بیچا۔اور''اشتریتُ''۔میں نے خریدا۔

''صریح'' سے مجاز کی مثال: ''أكلتُ من هذه الشجرة'' ۔میں نے اس درخت کا پھل کھایا۔ الشجرة: سے مجازاً پھل مراد ہے۔

صریح کی مثالیں:

لفظ''توفی'': قبض تام میں صریح ہے۔

''میت'': جس میں زندگی نہ ہو میں صریح ہے۔

''حی'': جس میں حیات ہو۔ میں صریح ہے۔

''رفع'': نیچے سے اوپر نقل کرنے میں صریح ہے۔

''متوفی'': بتمام قبضہ کرنے والے میں صریح ہے۔

''متوفّٰی'': بتمام قبضہ میں ہونے والے میں صریح ہے۔

یہاں تک ظاہر اور خفی اور صریح کی بات اختتام پذیر ہوئی۔

ملاحظہ:

یاد رہے کہ لفظ ''توفی'' از قسم ''صریح'' ہے۔ وہ اپنے معنی (قبض تام) پر دلالت کرتا ہے۔

''صریح'' و ''کنایہ'' دو مقابل ہیں۔ ان کے مختصر تعارف کے بعد ہم نے ''صریح'' پر کچھ تفصیل سے لکھا ہے۔ اب ''کنایہ'' پر کچھ تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔

﴿کنایہ﴾

''کنایہ'': لغت میں استتار ''پوشیدہ ہونے'' کو کہتے ہیں۔ جبکہ علمائے بلاغت کے ہاں ''کنایہ'' وہ لفظ ہے جس کے اطلاق سے اس کا معنی نہیں۔ بلکہ اس کا لازم معنی مراد ہو۔ ''کنایہ'' میں لفظ کے اصل معنی کا ارادہ بھی جائز ہو۔ جیسے ''طویل الثوب'' کنایہ ہے ''طولِ قامت'' کو۔ مگر تبعاً اس میں ''طولِ ثوب'' کا ارادہ بھی جائز ہے۔ جبکہ اصل ''طولِ قامت'' ہی ہے۔

یاد رہے کہ کسی لفظ سے اس کے لازم معنی تک پہنچنے میں متکلم کے قصد پھر قرینہ کا وجود ضروری ہے۔

''کنایہ'' میں قرینہ ہی لفظ کو اس کے معنی سے اس کے لازم کی طرف پھیرتا ہے۔

مثال کے طور پر لفظِ ''توفی'' کو اس کے معنی ''قبض تام'' سے قرینہ ''حین الموت مع

إمسـاک'' پر اسکے لازمی معنیٰ ''اماتۃ'' مارنا کی طرف لے جاتا ہے۔اور''توفی'' کواس کے معنی ''قبض تام'' سے ''متوفّی'' کے ''انامۃ'' سُلانا کی طرف "**فـي الـمـنـام**" اور ''ارسال'' ہی لے جاتے ہیں۔

اگر قرینۂ موت اور یا نیند نہیں ،تو دونوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ''توفیٔ عیسیٰؑ'' کو اسکے ''اماتۃ'' یا ''انامۃ'' کی طرف نہیں پھیر سکتے۔ہاں!''**رافـــعک**'' کا قرینہ ''توفیٔ عیسیٰؑ'' کوان کے ''رفع'' کی طرف پھیرنے والا ضرور ہے۔

''کنایہ'' کی مذکورہ تعریف کی رُو سے مندرجہ ذیل امور کا استحضار ضروری ہے۔

أ— معنیٔ لفظ اور لازم معنی میں فرق اور ہر ایک الگ الگ حقیقت ہیں۔

ب— لفظِ ''کنایہ'' تو ''مکنی بہٖ'' ہے۔کہ وہ معنیٔ مقصود کے لئے ساتر ہے۔اور لازمِ معنیٰ ''مکنی عنہٗ''۔کہ وہ مستور اور مقصودِ متکلم ہے۔

ج — مقصودِ متکلم تک پہنچنے کے لئے زائد امر یعنی ''قرینہ'' کا ہونا ضروری ہے۔

صریح وکنایہ میں مقارنہ:

اولاً: ''صریح'' لفظ تو اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے۔جس میں متکلم کے ارادہ وقصد کی حاجت نہیں۔نہ کسی زائد امر سے ''صریح'' کا معنی ومراد متعین ہوتے ہیں۔

کیونکہ ہر لفظ اپنے وضعی معنی پر خود بخود دلالت کرتا ہے۔

اگر ''صریح''، فعل ہو، تو کسی مخصوص فاعل کی طرف اسناد سے اس کا معنی متعین ہوتا ہے، نہ بدلتا ہے۔

فاعلِ توفی اگر اللہ ہو یا غیر اللہ ہوں، اور مفعول ذی روح ہو یا غیر ذی روح۔مگر قادیانیت کا یہ قول کہ ''توفی'' کا معنی فاعل ومفعول کے بدلنے، اور قرینہ نہ ہونے سے معنی متعین ہوتا ہے''۔

حق یہ ہے کہ قرینہ کے ہونے سے ''توفی'' کا مدلول حسبِ قرینہ ہوتا ہے۔ نہ ہونے سے نہیں۔

''کنایہ'' میں چونکہ مقصود لازم معنی ہوتا ہے جو کہ لفظ کے وضعی معنی کے علاوہ ہوتا ہے تو اس میں قصدِ متکلم اور زائد امر یا قرینہ کی حاجت رہتی ہے۔

ثانیاً: صریح میں مقصودِ متکلم ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ کنایہ میں مستور۔ اور لفظ منطوق اس کیلئے ساتر ہوتا ہے۔ اور مقصودِ متکلم لازمِ معنی ہوتا ہے، معنی نہیں۔

ثالثاً: کنایہ اور مجاز میں اشتراک۔

☆ ''کنایہ'' میں مقصود غیر منطوق ہوتا ہے جو کہ لازم منطوق ہوتا ہے۔ اور اس کا قرینہ اس کی دلیل ہوتی ہے۔

☆ ''مجاز'' میں بھی مقصود غیر منطوق ہوتا ہے۔ کیونکہ لفظ اپنے وضعی معنی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ جس کا علم قرینہ سے ہوتا ہے۔

یہاں تک تو ''کنایہ'' اور مجاز دونوں مشترک ہیں۔

کنایہ اور مجاز میں فرق:

''کنایہ'' میں تو معنیٔ لفظ کا بھی ارادہ درست ہوتا ہے۔ مگر ''مجاز'' میں اس کا ارادہ بھی ممنوع ہے۔

کوئی شخص ''اسد'' سے بہادر آدمی'' مراد لے تو اس کے لئے ''درندہ حیوان'' کا ارادہ درست نہیں۔ لیکن اگر کسی نے ''طویل قمیص'' والے کو ''طویل قامت'' سے کنایہ بنایا تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ اس سے ''طویل قمیص'' بھی مراد لے لے۔ پھر اس سے اس کا ذہن ''طویل قامت'' کی طرف تبعاً چلا جائے۔ اور اس سے متکلم کی طرف جائے کہ وہی مرادِ متکلم ہے۔ اور متکلم نے منطوق سے اس کے معنی کا قصد نہیں کیا، اس نے اس کے لازم کا قصد کیا ہے۔

ملحوظہ:

''توفی'' از قبیلِ ''صریح'' و ''کنایہ'' ہے۔

﴿مطلق﴾

''مطلق'': جو ماہیت پر بلا قید دلالت کرے۔ جیسے: ''توفی'' بلا قیدِ **''حین الموت''** یا بلا قیدِ **''في المنام''** کی دلالت ''قبضِ تام'' پر۔

﴿مقید﴾

''مقید'': جو ماہیت پر مع قید دلالت کرے۔ جیسے: ''توفی'' **''حین الموت''** کی قید کے ساتھ، یا **''في المنام''** کی قید کے ساتھ دلالت ''قبضِ تام'' پر۔

﴿محکم﴾

''محکم'': جس کی مراد معروف ہو۔ یا جو صرف وجہِ واحد ہی کا احتمال رکھے۔

﴿متشابہ﴾

''متشابہ'': جس کا علم باری تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہو۔ یا جو ایک سے زائد کئی وجوہ کا احتمال رکھے۔

﴿مجمل﴾

''مجمل'': جو ایک سے زائد وجوہ کا احتمال رکھتا ہو۔ جس میں کوئی دوسرے پر راجح نہ ہو۔

﴿مبین﴾

''مبین'': وہ لفظ تبیین کے بعد معنی پر دلالت کرے۔

ان مذکورہ علمی تعریفات کی روشنی میں اگر ''توفی'' میں تأمل کیا جائے، تو ''توفی'' خاص ہے۔ وہ مطلق اور مقید ہر دو طرح سے لغت وقرآن میں استعمال ہوتا ہے۔

پھر اسلوبِ بیان میں وہ کبھی ''صریح'' بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی بطورِ ''کنایہ'' بھی۔

نیز ''توفی'' ایک ایسا معنی ہے جو مختلف، متعدد حقائق پر صادق آتا ہے۔ لہٰذا وہ ''جنس'' ہے۔

توفی عموم بشر کیلئے کنائی اسلوب کیوں؟ اور ''توفی'' خصوصی عیسیٰ علیہ السلام کے لئے صریح کیوں؟

کنائی اسلوب ''صریح'' اسلوب سے زیادہ بلیغ اور فنِ بلاغت میں تعبیر و بیان کا اعلیٰ مظہر ہے۔ علمائے بلاغت میں یہ معروف ہے۔ (إن الكناية أبلغ من الصريح)۔ ''کنایہ صریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے''۔ اور اس کا سرّ یہ ہے کہ ''کنایہ'' میں ایک امر کو اس کی دلیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی ''حیّ'' (زندہ) سے مراد کنائی طور پر ''عالم'' کو لیتا ہے۔ تو وہ گویا اس کی حیات کی دلیل بھی ذکر کرتا ہے۔

اگر کوئی ''میت'' سے کنائی طور ''جاہل'' کو مراد لیتا ہے۔ تو اس کو اس کی موت اور اس کی موت کی دلیل کو بھی ذکر کرنا۔ اور جو شخص ''کثرت رماد'' سے ''سخاوت'' مراد لیتا ہے۔ تو اس نے فلاں کے سخی ہونے کو اس کی دلیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (وهكذا أمثلة الكنايات)۔

''توفی'' کو ''وقتِ اجل مع امساکِ روح'' کو ''موت'' سے کنایہ بنانے والے موتِ فلاں کو اس کی دلیل کے ساتھ ذکر کیا۔ اور جس نے ''توفی في المنام'' اور ''ارسالِ روح'' کو ''ارسالِ نیند'' کے ساتھ کنایہ کیا۔ اس نے بھی ایک امر اور اس کی دلیل کو ذکر کیا ہے۔

اسی طرح جس نے حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی کو ''رافعک إليّ'' کے ساتھ ذکر کیا۔ اس نے عیسی علیہ السلام کی توفی کو اس کی دلیل کے ساتھ بیان کیا۔

یہی وہ راز ہے کہ ''کنایہ'' اسالیب بیان میں سب سے زیادہ بلیغ اسلوب ہے۔

قرآن کریم میں موجود کنائی امثلہ:

قرآن کریم میں کئی مواقع پر ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کا ایک لغوی معنی ہے۔ اور وہ دیگر معنی سے کنایہ ہیں۔ بلکہ کنائی اسلوب بیان تو تمام انسانی معاشروں میں اور تمام انسانی زبانوں میں معروف ہے۔

قرآن کریم میں تو اہل علم بالا جماع اسلوبِ کنایہ کے قائل ہیں۔ جس سے غرض معنی مقصود کو قوت سے تعبیر کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اسلوب کسی امر کو اس کی دلیل کے ساتھ یا کسی قضیہ کو اس کی حجت و برہان کے ساتھ بیان پر مبنی ہوتا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''اتقان'' میں ''کنایہ'' کی حکمتوں کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں موجود بعض کنائی مثالوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

ہم ان میں سے چند بطورِ نمونہ اپنے اس مقالے میں بھی پیش کر دیتے ہیں۔

مثال اول: ارشاد باری تعالی ہے: ﴿**هو الذي خلقكم من نفس واحدة**﴾.

''وہی ذات ہے جس نے تم سبھی کو ایک جان سے پیدا کیا''۔

اس آیت میں ''نفس واحدۃ'' یہ لفظ حضرت آدم ابوالبشر سے کنایہ ہے۔ باری تعالی نے صراحت سے تو حضرت آدم کا ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ کنائی طور پر انہیں ہی مراد لیا ہے۔ کیونکہ یہ کہنا: اللہ وہ ہے جس نے تمہیں آدم سے پیدا کیا۔ یہ اسلوبِ بیان صریح ہے۔ مگر یہ فرمانا کہ: اللہ وہ ہے جس نے تم سبھی کو ایک جان سے پیدا کیا۔ یہ کنائی تعبیر ہے، جو صریح سے زیادہ زورِ بیان

رکھتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بطورِ اظہر بیان کرتی ہے۔

مثال دوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**فلما تغشاها**﴾ ۔''سو جب اس نے اسے ڈھانپ لیا''۔

اس آیت ''غشیان'' ڈھانپ لینا (یہ لفظ) مباشرت اور جماع سے کنایہ ہے۔اور بلاشبہ یہ لفظ جماع کے صراحت کے ذکر سے اقوی بھی ہے اور اجمل بھی۔

مثال سوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**أَوَ مَن يُنشَّأ في الحلية وهو في الخصام غير مبين**﴾.

''کیا جو زیور میں پرورش پائے اور وہ جھگڑے میں بھی غیر واضح ہو''۔

یہ لفظ قرآنی بناتِ آدم عورتوں سے ''کنایہ'' ہے۔کہ ان کی پرورش زیب و زینت میں ہوتی ہے۔اور وہ فصاحت و بیان میں کم درجہ کی ہوتی ہے۔مگر اسے کنائی اسلوب سے بیان کرنا معنی کی قوت، اور اسے دلیل و برہان سے بیان کرنا ہے۔

کنایہ میں قابل تأمل امور:

لغتِ عربی، قرآن کریم اور سنت نبوی میں جہاں بھی معنی کنائی اسلوب سے بیان ہوا اور کوئی لفظ کنایۃً استعمال ہوا ہے، اس میں مندرجہ ذیل امور کا استحضار ضروری ہے۔تاکہ ہمیں لفظ کے اصل معنی اور اس کے بیان کی قوت تعبیر کا ادراک ہو سکے۔

اولاً: کنائی اسلوب میں متکلم کا مقصود کنائی معنی ہی مراد ہوتا ہے۔لغوی مراد نہیں۔

ثانیاً: متکلم کا مقصود لفظ سے لزوماً ثابت ہوتا ہے۔صراحتاً نہیں۔

ثالثاً: معنی لفظ اور لازم معنی دو الگ الگ امر ہیں۔ایک نہیں۔

رابعاً: لفظ متکلم کو کنایہ یا مکنی بہ کہا جاتا ہے جیسے: ''کثیر الرماد'' یا ''**توفي حين الموت**'' یا

''**توفي في المنام**'' یا''**توفي رافعک**'' کے ساتھ۔

خامساً: کنائی اسلوب میں مراد متکلم کو کنائی معنی یا مکنی عنہ کہا جاتا ہے۔ جیسے: ''کرم''، ''اماتۃ''، ''انامۃ''۔اور''رفع''۔

سادساً: جو امر لفظ کو اس کے معنی سے اس کے لازم کی طرف لے جائے اسے قرینہ کہا جاتا ہے۔جیسے: ''توفی''میں ''حین الموت'' وغیرہ۔

قرینہ کہیں لفظی ہوتا ہے اور کہیں غیر لفظی۔کہ موقع ومحل اور حال ہی قرینہ بن جاتے ہیں۔

یہاں تک ہم نے چند بلاغی مصطلحات کا بیان کر دیا۔اور ان کا اپنے عنوانِ مقالہ پر اجراء بھی کر دیا۔

﴿جزئی﴾

''**جزئی**'': وہ مفہوم کہ کثرت پر اس کے صدق کا فرض کرنا مستحیل ہو۔جیسے: عیسٰیؑ، موسٰیؑ وغیرہ۔

﴿کلی﴾

''**کلی**'': وہ مفہوم کہ کثرت پر اس کے صدق کے فرض کرنے کو عقل جائز قرار دے۔جیسے: رجل،انسان۔

ملحوظہ:

یاد رہے کہ جزئی اور کلی میں صدق کا اعتبار ہوتا ہے۔جبکہ خاص وضع برائے انفراد از افراد، اور عام میں وضع برائے شمول علی الافراد کا اعتبار ہوتا ہے۔اسی لئے کوئی مفہوم وضع میں کثرت کیلئے نہیں۔نہ کثرت وضع ہے، نہ کثرت صدق۔جیسے''عیسٰیؑ''،''موسٰیؑ''،''محمدؐ'' وغیرہ۔اور وہ

خاص ہے۔مگر کثرت پر صدق کی وجہ سے کلی ہوتا ہے۔ جیسے: ''رجل''۔ ''رسول'' اور ''توفی''۔

ماصدق کے اعتبار سے کلی کی تقسیم:

۱- کثرت پر صادق آنے والا مفہومِ کلی اگر اس کی کثرت مختلف الحقیقۃ ہے۔تو اسے ''جنس'' کہا جاتا ہے۔جس کے تحت افراد کلیات ہوتے ہیں۔ جیسے: ''حیوان''۔ کہ اس کے تحت ''انسان''، ''بقر'' اور ''غنم'' ہیں۔ یہ سبھی کلیات ہیں۔

۲- رت پر صادق آنے والا مفہومِ کلی اگر متفقۃ الحقیقۃ ہے۔تو اسے ''نوع'' کہا جاتا ہے۔اور اس کے تحت جزئیات ہوتی ہیں۔ جیسے: ''انسان''۔ کہ اس کے تحت ''محمد'' ''علی'' اور عیسیٰؑ ہیں۔اور یہ سبھی جزئیات ہیں۔

جنس کے ماصدقات کی تحلیل

''جنس'' کے مأصدقات مختلف الحقائق ماہیات ہوتی ہیں۔جن میں ہر ماہیت کی دو جزء سے ہوتی ہے:

جزء اول: تو وہ جامع امر ہوتا ہے۔ جسے تمامِ مشترک کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ ''حیوان''۔ ''انسان'' ''بقر'' اور ''غنم''۔

ماہیتِ حیوان کے تمام افراد میں کوئی امر بھی مشترک ایسا نہیں ہے۔مگر یہ کہ حیوان اس کا جزء ہے۔اسے امر کو ''جنس'' کہا جاتا ہے۔

جزء ثانی: وہ امر فاصل ہوتا ہے جو ماہیت کے ہر ہر فرد کو جو کہ جنس میں شریک ہوتا ہے، اسے دیگر شرکاء سے جدا کرتا ہے۔اور وہ اس کی تمییز کرتا ہے۔ یہ جزء تمیز یا فاصل و فصل کہلاتا ہے۔جیسے کہ ''ناطق'' انسان کا ''فصل'' ہے۔

''ناہق'' حمار کا فصل ہے۔

''صاہل'' فرس کا فصل ہے۔

مذکورہ توفی حدود کی روشنی میں:

مذکورہ تعریفات کی روشنی میں ہم ''توفی'' کا مطالعہ کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں:

''توفی'' لفظِ خاص ہے۔اوراس کا مفہوم ''قبضِ تام'' ہے، جو متعدد ماہیات پر صادق آتا ہے۔

وہ ''اماتۃ'' پر بھی صادق آتا ہے۔

وہ ''انامۃ'' پر بھی صادق آتا ہے۔

وہ ''رفع'' پر بھی صادق آتا ہے۔

ان تینوں میں مشترک جزء اور ممیّز کا افصاح و بیان کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ مذکورہ ماہیت میں ہر ایک کے لئے جزءِ مشترک اور جزءِ ممیّز مندرجہ ذیل ہیں:

''اماتۃ'' اس کا جزءِ مشترک ''توفی'' ہے۔اور جزءِ ممیّز ''حین الموت'' مع امساک ہے۔

''انامۃ'' جزءِ مشترک تو ''توفی'' (قبض تام) ہے۔اور جزءِ ممیّز ''فی المنام'' مع الارسال ہے۔

''الرفع'' اس کا جزءِ مشترک تو توفی (قبض تام) ہے۔اور جزءِ ممیّز یا فصل ایک سے زائد امر ہے۔

ممیّزات ''توفیٔ رفع'' کا بیان:

پہلا امر: ''توفیٔ رفع'' کا مخصوص شخص کے لئے ہونا۔

دوسرا امر: توفی کا بیان بجائے فعل ''یتوفّٰی'' کے اسم فاعل ''متوفِّي'' سے کرنا۔

تیسراامر: توفی کے ساتھ فعل مضارع کا نہ آنا جو کہ حدوث استمرار کے لئے ہوتا ہے۔

چوتھاامر: اس کا قرینۂ موت اور قرینۂ نیند سے خالی ہونا ہے۔

پانچواں امر: اس کے بیان میں ''صریح اسلوب'' کا اختیار کرنا ہے (نہ کہ کنایہ) کا۔

چھٹاامر: ''توفی'' کے ساتھ ''متوفّی'' کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف مزید دوامر رفع اور تطہیر کا ہونا ہے۔

ساتواں امر: وجود میں اسکا صرف ایک ہی فرد ہونا (جبکہ دیگر کے کروڑوں افراد ہیں)۔

تحلیل کا خلاصہ:

''توفئ خاص'' یا توفئ حضرت عیسی علیہ السلام کو یہود کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل وصلب کا مکر وتدبیر کرنے کے وقت وفات پر حمل کرنا عقلاً ونقلاً ہر اعتبار سے قطعی طور پر درست نہیں۔

کیونکہ اولاً: اس کیلئے کوئی قرینہ ہے ہی نہیں۔

ثانیاً: یہ توفی صاحبِ توفی مخصوص ''متوفِّی'' (اللہ تعالیٰ) کے بھی شایانِ شان نہیں، وہ خیر الماکرین جس کا مکر منکرینِ نبوت کے حق میں رسوائی اور نبی کے حق میں ان کے شرّ سے حفاظت اور نجات ہی اس کا مظہر ہوسکتا ہے۔ یہی قرآن کریم میں سنت اللہ ہے کہ جب بھی خیر الماکرین اعدائے نبوت کے مکر کو توڑے، تو اپنے نبی کی ان کے شرّ سے حفاظت فرمائی۔ جیسے کہ قصہ حضرت خاتم النبیین ﷺ میں ہے۔

ثالثاً: قرآن کریم نے ''متوفیک'' فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم وروح سمیت قبضہ میں لینا۔ اور ان کا ''رفع'' اور ان کے دشمنوں سے تطہیر ہے۔ اس لئے جس نے ''متوفیک'' کو ''ممیتک'' پر حمل کیا تو اس نے آسمان سے نزول کے بعد کی قید بھی

لگائی۔اور جس نے "متوفیک" کو "منیمک" پرحمل کیا اس نے رفع کی حالت کی قید لگائی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بحالتِ قبضِ تام سُلا دیا۔تا کہ توفیٔ عیسیٰؑ "اماتۃ" نہ ہو۔نہ انامہ اور نیند سے عمومی بشر کی شب وروز کی توفی پر قیاس نہ کیا جائے۔

لہٰذا جہاں اس وقت کی توفی انہیں قبضہ میں لیکر بچانا ہے۔رہا ان کی "توفی" بصیغہ ماضی ہے۔اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فلما توفيتني﴾۔اس کو کسی نے "أمتني" (واقع ہونے والی موت) پرحمل نہیں کیا۔کیونکہ باری تعالی نے اس مکرِ یہود کی کے قتل وصلب کی نفی فرمائی۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کی تصریح فرمائی۔اور کہا: ﴿بل رفعه الله إليه﴾۔کہ اللہ تعالی نے اس وقت ان کا رفع فرما دیا۔

اوران کی موت کی جہاں تصریح فرمائی تو فرمایا: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ ان کی موت تب ہوگی جب جملہ اہل کتاب دائرہ میں بھی داخل ہو جائیں۔جب تک وہ داخل نہیں ہونگیں،تب تک ان کی موت واقع نہ ہوگی۔رہا "رفع"،تو وہ مکرِ یہود کے وقت ہو گیا۔

تینوں توفیات میں مقارنہ:

قرآن نے تین توفیات کا ذکر فرمایا ان میں۔

اولاً: "توفي الأنفس" اجل کے وقت۔**ثانیاً:** "توفی الانفس في المنام" ہے۔
ثالثاً: "توفي عيسى عليه السلام" ہے مکرِ یہود کے وقت۔

تینوں توفیات میں جزءِ مشترک اور ممیّز کا بیان:

ہم کہتے ہیں کہ:

۱۔ توفی الأنفس حین الموت "اماتۃ" سے کنایہ ہے۔

۲- توفی الانفس فی المنام "انامۃ" سے کنایہ ہے۔
۳- توفی عیسیٰؑ بوقتِ مکرِ یہود "رفع سماوی" سے کنایہ ہے۔

پہلی قسم: "اماتۃ" میں امر مشترک "توفی" ہے۔اور فصل یا امر ممیز "حین الموت" ہے۔

دوسری قسم: "انامۃ" میں امر مشترک "توفی" ہے۔اور فصل یا امرِ ممیّز "فی المنام" ہے۔

تیسری قسم: "رفع" میں امر مشترک "توفی" ہے۔اور فصل یا امرِ ممیّز ان کا "رفع" ہے۔

الحمد للہ کہ ہمارے تینوں اقسامِ توفی کے مابین مقارنہ سے اس قرآنی مفہوم کا خوب افصاح ہو گیا۔ اور الحمد للہ اب ہر خلط کرنے والے محرف یا دجل کرنے والے کے دجال سے عوام وخواص محفوظ رہیں گے۔اور یہ قرآنی مفہوم نکھر کر مسلم عوام وخواص اور ابنائے قادیانیت، بلکہ عموم انسانیت کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ **(وللّٰہ الحمد والمنۃ)**۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿نواں یونٹ: نویں فصل﴾

’’توفی‘‘ کے باب میں
قادیانیت کے مصنوعی قاعدہ کا ابطال

نبیٔ خاتمؐ کا معجزانہ کلام اور قادیانی قاعدہ مظہر، کذب ودجل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزانہ طور پر یہ خبر دی کہ میرے بعد ہر مدعی نبوت کذاب ودجال ہوگا۔

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی روشنی میں ہم ایک قادیانی قاعدہ- جو مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کی صناعت ہے- کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جس سے اولاً واضعِ قاعدہ کا کذب ودجل واضح ہوگا۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق اور معجزانہ کلام کی تصدیق۔ کہ واقعی نبی خاتمؐ کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب بھی ہے۔ اور دجال بھی۔

قادیانی قاعدہ کا مناقشہ:

مرزا غلام احمد قادیانی ''تحفہ گولڑویہ'' مندرج در ''روحانی خزائن'' ص:۱۶۲/ ۱۷ میں لکھتا ہے:

> ''علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے، کہ ''توفی'' کے لفظ میں جہاں خدا فاعل، اور انسان مفعول بہ ہو، ہمیشہ اس جگہ ''توفی'' کے معنی'' مارنا'' اور ''روح قبض کرنے'' کے آتے ہیں''۔

نیز مرزا غلام احمد قادیانی ''ایامِ صلح'' میں مندرج در ''روحانی خزائن'' ص:۳۸۴/۱۴ میں رقمطراز ہے:

> ''تمام لغت کی کتابوں میں یہی لکھا ہوا ہے، کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو، اور کوئی انسان مفعول بہ......، تو بجز روح قبض کرنے اور مارنے کے اور کوئی معنے نہیں لئے جاویں گے''۔

اور وہ ''وفاتِ مسیح ناصری'' میں رقمطراز ہے:

''لفظِ توفی باب ''تفعّل'' کا مصدر ہے، سوقرآن کریم میں جہاں کہیں بھی اس کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہے، جب اللہ تعالیٰ یا ملائکہ اس کا فاعل ہوں، یا صیغہ مجہول ہو، اور غائب مفعول اس کا انسان ہو، تو سوائے قبضِ روح کے اور کوئی معنیٰ نہیں۔ اور وہ قبضِ روح بذریعہ موت ہے۔ سوائے اس مقام کے جہاں ''لیل'' یا ''منام'' کا قرینہ موجود ہو، تو وہاں قبضِ روح کو نیند ہی قرار دیا گیا ہے۔ بہر حال قبضِ جسم کسی جگہ بھی مراد نہیں''۔

مرزا غلام احمد قادیانی ''ازالہ اوہام'' مندرج در ''روحانی خزائن'' ص: ۶۰۳/۳، میں رقمطراز ہے۔

''اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار وقصائد ونظم ونثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے، کہ کسی جگہ ''توفی'' کا لفظ خدائے تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، وہ بجز ''قبضِ روح'' اور ''وفات'' دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پایا گیا ہے۔ یعنی ''قبضِ جسم'' کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔ تو میں اللہ جلّ شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں، کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا''۔

نیز وہ ''احمدیہ پاکٹ بک'' ص:۱۸۵/ میں بھی رقمطراز ہے:

''چونکہ متنازفیہ جگہ میں ''توفی'' بابِ ''تفعّل'' سے ہے، اور اللہ فاعل ہے، اور ذی روح یعنی حضرت عیسیٰؑ مفعول ہیں، اس لئے مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی صورت میں ''توفی'' کے معنیٰ سوائے ''قبضِ روح'' کے دکھانے والے ایک ہزار روپیہ انعام فرمایا گیا ہے۔ مگر آج تک کوئی مردِ میدان نہیں بنا، جو یہ انعام حاصل کرتا، اور نہ ہی ہوگا''۔

قاعدہ کی تعریف:

قاعدہ وہ امر کلی ہے جو اپنی کثیر جزئیات پر منطبق ہو۔ جیسے نحوی قاعدہ (**الفاعل مرفوع**) فاعل مرفوع ہوتا ہے۔ تو عربی کلام میں جہاں بھی فاعل پایا جائے گا وہ مرفوع ہوگا۔

اسی طرح اصولی قاعدہ ہے (**الأمر للوجوب**) امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ اب جہاں پر بھی شارع کا خطاب بصیغۂ امر ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرے گا۔

یا بلاغی قاعدہ ہے (**الکنایة أبلغ من التصریح**)۔ کنائی اسلوب صریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے، تو جہاں بھی کوئی امر اسلوب کنائی سے بیان ہو، وہ قوتِ بلاغت کا حامل ہوگا۔

قاعدہ کی ایسی بہت سی مثالیں کلام اللہ اور کلام مخلوق میں موجود ہیں۔

مرزائی قاعدہ پر مناقشہ:

مرزا کا یہ قول کہ ''یہ نحو کا معروف قاعدہ ہے'' اس بارے میں عرض ہے کہ:

اولاً: یہ قاعدہ نحو کی کسی بھی کتاب میں مذکور نہیں۔ چہ جائیکہ معروف ہو۔

ثانیاً: مرزا کا یہ قول ایسا ہے کہ اس پر نحوی قاعدہ کی بنیاد نہیں ہوسکتی۔ نحوی قواعد کلمہ کے اعراب سے تعلق رکھتے ہیں۔

ثالثاً: لفظ کی مخصوص فاعل کے اعتبار سے دلالت سے متعین نہیں ہوتی۔ کہ کسی فعل کا فاعل بدلنے سے مدلول بھی بدل جائے۔ کیونکہ لفظ جس معنی کیلئے وضع ہوا اس پر وہ خود بخود دلالت کرتا ہے اس کا فاعل کوئی بھی ہو۔

رابعاً: ''توفی'' کا معنی قبض تام ہے۔ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو یا اللہ کے حکم سے اس کے فرشتے۔ جو موت کے وقت اور اجل کے آنے پر بندوں کی ارواح کو قبض کرتے ہیں۔

خامساً: لفظ توفی مفرد کلمہ ہے، وہ خاص ہے، جس معنی معلوم ومتعین ہے۔ اور وہ ہے اس

کے اپنے مخصوص معنی ''قبض تام''۔اس سے آگے وہ کسی امر پر دلالت نہیں کرتا۔ جب تک مزید لفظ کا اضافہ نہ ہو۔

سادساً: لفظ خاص جس معنی کیلئے وضع ہو وہ اس میں قطعی الدلالۃ ہوتا ہے۔اس میں زیادتی یا نقصان لفظ کی قطعیت کے خلاف ہے۔

سابعاً: مرزا نے اپنے قاعدہ میں مسلم امت سے یہ خیانت کی کہ اس نے قاعدہ کی بنیاد ''عدم'' پر رکھی۔اور کہا کہ ''توفی'' کے ساتھ نیند یا رات کا قرینہ نہ ہو۔اور کسی امر کے نہ ہونے سے لفظ ''توفی''، قبض تام سے تجاوز نہیں کرے گا۔

قاعدہ تو ''وجود'' پر مبنی ہوتا ہے۔''عدم'' پر نہیں۔لہٰذا مرزا نے اسناد میں بھی کذب کیا۔ پھر اس قاعدہ کی صناعت میں بھی دجل کیا۔ پھر عوام کو دھوکا دینے کیلئے وضعِ قاعدہ کے اصول کی بھی مخالفت کی۔

جبکہ قرآن ولغت میں ''متوفٰی'' کی ''توفی'' کا ظرف ہے۔فعل ''توفی'' کے ساتھ ظرف ''قبضِ تام'' کے لئے اس کی کنائی مراد کو متعین کرتا ہے۔اگر ''توفی'' کے ساتھ اس کا ظرف ''اجل وقت'' یا ''حین الموت'' ہے،تو یہ ''متوفّٰی'' کے ''اماتۃ'' سے کنایہ ہے۔

اوراگر ''توفی'' کا ظرف ''فی المنام'' ہے تو ''متوفی'' کا ''انامۃ'' سے کنایہ ہے۔

اگر ''توفی'' کے ساتھ ''رفع'' ہے۔تو ''توفی''، ''متوفّٰی'' کے ''رفع'' سے کنایہ ہے۔

مرزا کا اس باطل قاعدہ سے ہدف:

دراصل مرزا نے یہ قاعدہ محض اپنے ہدف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی خاطر وضع کیا ہے۔مناسب ہوگا کہ ہم یہاں پر امام سیوطیؒ جن کا نام قادیانیت کے ہاں مجددین کی فہرست میں شامل ہے۔ان کا ایک قول نقل کر دیں۔شاید وہ ابنائے ملت قادیانیت کے لئے

قولِ ناصح ثابت ہوسکے۔ وہ اس میں تامل کریں۔ اور مرزا کے کذب ودجل پر مطلع ہوکر راہِ ہدایت کا رخ کرلیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''اتقان'' میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تجزیہ اور تفسیر قرآن میں لوگوں کے غلط راہوں کو اختیار کرنے کے باب میں فرماتے ہیں:

''إن للناس أفكاراً يسعى في إثباتها، ويستعمل ألفاظ القرآن لذلك''.

''لوگوں کے اپنے نظریات ہوتے ہیں جنہیں وہ ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے قرآنی الفاظ کو استعمال میں لاتے ہیں''۔

ہم کہتے ہیں کہ: مرزا غلام احمد قادیانی وفات مسیح علیہ السلام کا اپنا باطل جدید عقیدہ یا مبدّل نئے عقیدہ جو امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ اسے ثابت کرنے کی خاطر ایسا کیا۔ (کیونکہ پہلے سے وہ بھی ۵۲ سال کی عمر تک اس باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا قائل رہا)۔

مرزا قادیانی نے اپنے مبدل باطل عقیدہ کو ﴿**يٰـا عيسٰـى إني متوفيك**﴾ کے قول سے ثابت کرنے کی سعی کی۔ تو وہاں پر ''رات'' اور ''نیند'' کا قرینہ تو واقعی نہیں ہے۔ مگر بھول گیا کہ وہاں پر ''موت'' کا قرینہ بھی نہیں۔ وہاں تو صرف ﴿**رافـعك إلـيّ**﴾ رفع کا قرینہ ہی ہے۔ کہ حضرت عیسی کی توفی ان کے رفع سماوی سے کنایہ ہو۔ اب مرزا کی خیانت اور دجل کہ اس موت کے قرینہ نہ ہونے کا تو ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی نفی ہوتی۔ مگر وہاں پر ''نیند'' کے قرینہ کا نہ ہونا، تو ان کے ''انامۃ'' کی نفی کی دلیل ہے۔ مگر اس نے ''اماتۃ'' ثابت کرنے کیلئے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''انامۃ'' سلانے کی نفی سے کنایہ ہے، بلا کسی شرعی اور لغوی حجت کے ''اماتۃ'' کی دلیل بنالیا۔ یہ ہے قرآن کو اپنی اغراضِ فاسدہ

کے لئے استعمال میں لانا۔

حالانکہ ادنیٰ عقل وعلم والا بھی یہ جانتا ہے کہ قرآن نے کسی بھی جگہ ''توفی'' کو ''متوفّٰی'' کے ''اماتۃ'' کے لئے کنایہ بنانے کے لئے ہمیشہ ''موت'' کا قرینہ ذکر کیا ہے۔ اور ''توفی'' کو ''متوفّٰی'' کے نیند سے کنایہ بنانے کے لئے ''نوم'' کے قرینہ کو ذکر فرمایا ہے۔

یہ مرزا کا اپنا ضابطہ ہے کہ جو قرآنی اسلوب کے کھلا خلاف ہے۔ نیند کے قرینہ کا نہ ہونا ''موت'' کی علامت ہے۔ جبکہ نیند کے ہونے یا نہ ہونے کا موت سے کیا تعلق؟

ثامناً: لفظ ''توفی'' اکیلے بغیر کسی زائد امر کے مفرد معنی پر ہی دلالت کرتا ہے۔ جو وضع میں ''قبض تام'' ہی ہے۔ قبض روح نہیں کہ اس میں روح زیادتی ہے۔ پھر اس میں تمام کی کمی ہے۔ لفظ کے معنی میں زیادتی یا کمی الحاد فی آیات اللہ ہے۔

ساً: لغت میں یا قرآنی استعمال میں تو ''توفی الانفس'' بتام قبض ارواح ہے بغیر اس کی نوع کی تعیین کے کہ آیا وہ اماتہ ہے' وہ انامہ ہے یا وہ رفع ہے۔ اس کی تعیین قرینہ سے ہوگی۔ مرزا کی خواہش سے نہیں۔

لہٰذا جب توفی کے ساتھ موت کا قرینہ ہوگا تو متوفی کی موت ہے۔ اگر نیند کا قرینہ ہوگا تو متوفی کو سلانا ہے۔ اور اگر رفع کا قرینہ ہوگا تو یہ متوفی کا رفع ہوگی۔

اب قادیانی دجل ملاحظہ ہو کہ مرزا کہاں پر ''توفی'' سے توفی کو موت دینا چاہتا ہے' جہاں اللہ نے متوفی کی موت کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی نیند کا ذکر نہیں' اس کے رفع کا ذکر کیا ہے۔

اور وہ صراحت سے پھر دوسری جگہ ''بل'' سے ان کی وفات کی وہ قتل سے ہو یا صلب سے نفی کی اور رفع کا اثبات کیا۔

لہٰذا اس اسلوبِ قرآنی کا تقاضا ہے کہ اس توفی کو نہ اس وقت کی موت اور نیند پر حمل کیا

جائے بلکہ اس کا محمول صرف رفع ہی ہے کہ ''**رافعک**'' اور ﴿**بل رفعه اللّٰه إليه**﴾ دونوں مانع ہیں۔اس توفی کو اماتہ پر حمل کرنے سے۔

مگر مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل ملاحظہ فرمائیں کہ اس نے کیسے عدم لیل اور نوم کے اپنا قاعدہ برائے وفات عیسی وضع کرلیا جو سراسر اسلوبِ قرآن کے خلاف ہے۔مفردات آیات کے خلاف ہے۔اجماع امت کے خلاف ہے۔

حق کیا ہے؟

''توفی'' کے بارے میں حق یہ ہے کہ ''توفی'' کا فاعل اللہ ہو، ''متوفٰی'' ذی روح ہو اور اس کی ''توفی'' اس کی اجل کے وقت پر ہو (یہ کہ نینداور رات کے وقت نہ ہو) رات یا نیند کا قرینہ نہ ہوتو متوفٰی کے ''نائم نہ ہونے کی دلیل ہے۔میت ہونے کی کہاں سے دلیل بن گئی؟

لہٰذا حق یہ ہے

''توفی'' موت کا قرینہ اماتہ۔

''توفی'' موت کے بغیر اماتہ نہیں۔

''توفی'' نیند/ رات کے قرینہ انامہ۔

''توفی'' نیند/ رات کے بغیر انامہ نہیں۔

لہٰذا صریح طور پر باب توفی میں حق یہی ہے کہ وہ موت اور نیند کا قرینہ کے متوفٰی کی موت یا نیند پر دلالت نہ کرے۔

اگر توفی بلا قرینہ موت ہے تو وہ ہرگز متوفٰی کا اماتہ نہ ہو

اگر توفی بلا قرینہ نوم ہے تو وہ ہرگز متوفٰی کا انامہ نہ ہو

اگر دونوں کا قرینہ نہیں ہے اور رفع کا ہے۔تو وہ نہ اماتہ ہو نہ انامہ بلکہ رفع ہو۔﴿**بل رفعه**

اللّٰہ إلیہ﴾ کا یہی مصداق ہے۔

لہٰذا یہ مرزا قادیانی کا کھلا دجل ہے کہ وہ کیسے ''توفی'' ذی روح بغیر قرینہ لیل اور نوم کے متوفی کا اماتہ ہے۔ یہ قول قوم کے ساتھ خیانت ہے۔قرآن کے ساتھ الحاد ہے۔لغت اور فنون کی کھلی مخالفت ہے۔

مرزا کا قول نہ علم نحو سے ہے نہ علم بلاغت سے ہے اور نہ علم اصول سے۔

یہ قول قرآنی میں مذکور ''توفی الانفس'' اور توفی عیسی کے صریح مخالف ہے۔کسی بھی متوفی کا میت ہونا' توفی کیلئے قرینہ موت کامحتاج ہے (نینداور رات کے نہ ہونے کا نہیں) متوفی کی موت کو نینداور رات کے قرینہ کی نفی سے ثابت کرنا کھلا دجل ہے۔اور قادیانی منطق۔کیونکہ توفی کے باب اور قرآن کا اسلوب بیان واضح ہے کہ متوفی موت کے قرینہ کے وقت توفی پر میت ہوگا۔اور نیند کے قرینہ کے وقت نائم ہوگا۔اور دونوں کے قرینہ کے عدم کی صورت میں دونوں کا ثبوت نہ ہوگا۔وہ صرف مقبوض تام ہوگا۔اس کے ساتھ اگر اس کا رفع بھی ہوا، اس کے منکرین سے تطہیر بھی ہوگی تو وہ آسمان پر حیّ ہوگا جیسے کہ امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

الحمد للہ کہ توفی کے باب میں قادیانی قاعدہ نہ کوئی نحوی قاعدہ ہے نہ کسی نحو کی کتاب میں درج ہے۔نہ وہ لغوی قاعدہ ہے اور نہ کسی لغت کی کتاب میں اس کا ذکر ہے۔نہ بلاغی قاعدہ ہے۔ بلاغت کی کتب اس طرح کی کسی بھی قاعدہ سے خالی ہے۔اس قاعدے کی کوئی مرجعیت نہیں کسی بھی علم کی طرف اس کی نسبت کرنا کذب صریح ہے۔اور یہ سراسر الحاد فی آیات اللہ اور قادیانی دجل ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی میں وارد قرآنی نص کا تقاضا:

قرآن کریم میں توفی عیسی کو ذکر کرتے ہوئے باری تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وإذ قال اللّٰه یا عیسٰی إني متوفیک ورافعک إلي ومطهرک من الذین کفروا﴾.

''اے عیسی! میں تجھے بتمام قبضے میں لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔اور تجھے تیرے منکرین سے پاک کرنے والا ہوں''۔

اس خطاب ربانی میں ''یاعیسی'' کا لفظ نص ہے کہ مخاطب حضرت عیسی علیہ السلام ہیں۔ان کی روح نہیں۔پھراس خطاب کا تقاضا یہ ہے کہ ''متوفی'' قابض علی وجہ التمام اللہ تعالی ہیں کوئی دیگر نہیں۔اور بتامہ مقبوض حضرت عیسی علیہ السلام ہیں۔(ان کی روح نہیں)۔بلکہ اللہ تعالی نے انہیں روح وجسد سمیت قبضے میں لینے والا ہے۔

پھراس ''توفی'' کا بیان ''إنّــــي'' حرف تاکید سے شروع فرمایا کہ یہ عمل مؤکد طور پر وقوع پذیر ہونے والا ہے۔اب توفی شخص مخاطب کا قبض تام ہے۔پھر واؤ کا لفظ جمع کیلئے ہے۔جو یہ بتارہا ہے کہ توفی کے علاوہ اس متوفی اللہ تعالیٰ رفع فرمانے والے ہیں۔پھر وہ اس بات پر نص قطعی ہے کہ اس متوفٰی اور مرفوع کی اللہ تعالی تطہیر فرمانے والے ہیں۔وہ اپنے منکرین اور اعداء سے مطہّر ہیں کہ وہ ان انجاس کی پہنچ سے دور بھی ہونے والے ہیں۔

یہ مخاطب حضرت عیسی علیہ السلام ''متوفٰی'' بتامہ مقبوض بھی ہیں،وہ شخص مرفوع بھی ہیں۔وہ مطہّر بھی کامل۔مقبوض بھی کامل۔مرفوع بھی اور مطہر بھی کامل۔

اگر وہ رفع میں کامل نہیں اوران کی روحانی رفع ہوتو یہ جزئی ہے۔اگران کی تطہیر تہمتوں سے ہوئی تو یہ جزئی تطہیر ہے۔مگر یہاں تو پورا مقبوض مرفوع ہے وہی مطہر ہے۔اس کے کسی بھی امر میں جزئیت نہیں۔کمال ہی کمال ہے۔قبضہ میں بھی کمال،رفع میں بھی کمال،تطہیر میں بھی کمال۔

مرزائی کاروائی:

مرزا چونکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اس آیت کی روشنی میں نوم اور لیل کا یہ ضابطہ وضع کر دیا کہ توفی کے ساتھ اگر نینداور لیل کا ذکر نہ ہو تو وہ توفی قبض روح سے کنایہ ہے۔ یعنی اس متوفٰی کا اماتہ ہے۔ حالانکہ نینداور رات کا قرینہ نہ ہونا تو متوفٰی کے نائم نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس کی موت کا اس سے کیا تعلق؟

اور یوں مرزا قادیانی نے آیت کی تفسیر تو نہیں کی مگر اپنے عقیدہ کے اثبات کی سعی لا حاصل کی جو مرزا کی ایک ناکام اور بلا حجت وبرہان کاروائی ہے۔

اس کو یہ علم نہ تھا کہ میری اس کاروائی پر مسلم امت جو حیات مسیح کی قائل ہے اس سے یہ سوالات پوچھ سکتی ہے:

۱- لفظ ''توفی'' موت کے قرینہ کے بغیر کیسے متوفٰی کی موت پر دلالت کر سکتا ہے؟

۲- نص میں اگر نینداور رات کا قرینہ نہ ہو تو اس کا متوفٰی کی موت سے کیا تعلق ہے؟

۳- کیا مرزا قادیانی (جو اس باطل قاعدہ کا موجد ہے) اس کے پاس قرآن کریم سے کوئی شواہد وقرائن ہیں جو رات یا نیند کے قرینہ کے نہ ہونے سے متوفٰی کی موت کی دلیل بن سکیں؟

۴- جب قرآنی آیات اس امر پر دال ہیں کہ توفی کو موت بر قرینہ موت کے بغیر حمل نہیں کیا جا سکتا تو مرزا نے اپنے قاعدہ رات اور نیند کے نہ ہونے پر کیوں تاسیس کی؟

۵- کیا توفی کے ساتھ موت کا قرینہ ہو یا یہ متوفی کی موت ہے؟ یا رات اور نیند کے قرینہ کا نہ ہونا یہ متوفٰی کی موت ہوتی ہے؟

۶- کس حجت سے کسی قرینہ کا نہ ہونا دیگر وجودی امر کی دلیل ہو سکتا ہے؟

۷- کیا قرآن وسنت یا لغت میں کوئی نص ایسی ہے جو یہ بتائے کہ لفظ توفی متوفی کی موت سے عبارت ہے۔ محض رات اور نیند کے قرینہ کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

۸- رات یا نیند کا متوفٰی کی موت کے وقوع یا عدم وقوع سے کیا تعلق ہے؟

۹- کیا توفی کے ساتھ رات یا نیند کا وجود یہ متوفٰی کی حیات کی دلیل ہے کہ ان کا عدم اس کی موت کی علامت ہو؟

۱۰- قرینہ رات یا نیند کے نہ ہونے کا متوفٰی کی موت سے کیا تعلق ہے؟

۱۱- مرزا کی کیا حجت ہے کہ متوفٰی کی موت کی دلیل رات یا نیند کی قرینہ کا نہ ہونا ہے؟

ہمارے ''توفی'' کے باب میں یہ تمام سوالات قادیانیت کو مرزا کے باطل قاعدہ اور اسلوب قرآن میں دعوت تامل دیتے ہیں۔

اور عجیب امر یہ ہے کہ قادیانیت بلا تامل آج بھی اس قاعدے کو فخر سے بیان کرتے ہیں اور اپنے ذرائع ابلاغ عامہ پر کھلے طور پر اس کا اعلان بھی کرتے ہیں۔

توفی کے باب میں اصل اور قادیانیت کے ناصحانہ قاعدہ:

ہم ابنائے ملت کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''توفی''، کسی مخصوص شخص کی ہو اور وہ موت اور نیند کے قرینہ کے بغیر ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ شخص بتامہ روح اور جسد کے ساتھ مقبوض ہے۔

پھر اللہ تعالی نے اس بتام مقبوض کے ساتھ جو مزید کہا ہے اسے بھی اس کی توفی کے ساتھ جمع کیا جائے اور وہ اس کا اپنی طرف رفع ہے۔ اور اس کے منکرین سے اس کی تطہیر ہے۔ یہی توفی عیسی ہے کہ ''قبضہ تامہ + رفع الی اللہ + منکرین سے تطہیر۔ یہی ظاہر نصِ قرآنی ہے۔ توفی عیسی میں یہی صراحت ہے۔

قادیانیت سے ہمارا سوال ہے کہ جب ان تمام افعال کا فاعل قادر مطلق عزیز حکیم باری تعالی ہے تو تمہیں اسے قبول کرنے میں کیوں استغراب ہے؟

امت مسلمہ کا تو ایمان ہے کہ قادر حکیم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ وہ تمام کچھ کر دیا جس کا اس نے قرآن میں اعلان فرمایا۔ اس نے انہیں بتمامہ قبضہ میں لیا۔ ان کا اپنی طرف رفع فرمایا۔ اورانہیں ان کے منکرین سے پاک فرما دیا۔

قادیانی قاعدہ کے ابطال کا خلاصہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کے قاعدہ کی وجوہ ابطال کا خلاصہ یوں ہے:

۱- یہ کسی فن کا قاعدہ نہیں۔

۲- مرزا کا یہ قول کہ ''یہ معروف نحوی قاعدہ ہے'' کذب صریح ہے۔

۳- قاعدے عدم سے نہیں بنتے ہیں نہ غیر مذکور امر سے بلکہ ان کے بناء موجود اور مذکور پر ہی ہوتی ہے۔

۴- قرآن کریم کے خطاب ربانی اور اسلوب بیانی کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی ایک مخصوص شخصی واقعہ ہے اور واقعات مخصوصہ پر دیگر کا قیاس یا دیگر کیلئے قواعد وضع نہیں ہوتے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ : **''من الامور التی لا قیاس فیها منها القصص، فلا یقاس حدث علی حدث آخر''.**

جن امور میں قیاس نہیں چلتا ان میں قصص بھی ہیں۔ سو ایک واقعہ کو دوسرے واقعہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (ہم نے اس کی تفصیل ''ماصلبوہ'' کے محاضرہ میں کیا ہے)۔

ہماری مخلصانہ دعا ہے کہ کاش قادیانیت امام سیوطی کے اس قاعدہ میں تامل کرے تو انہیں یقیناً مرزا غلام احمد قادیانی کا قاعدہ ظاہر البطلان نظر آئے گا۔ اور انہیں یقیناً نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا ہوگی کہ ان کے بعد ہر مدعی نبوت کذاب اور دجال ہیں۔

توفیات ثلاثہ کا چارٹ:

عدد	نوع	امر مشترک	امر ممیز	متوفی	حالت التوفی
۱	اماتہ	قبض تام	قرینۂ موت	اللہ	میت
۲	انامہ	قبض تام	قرینۂ نوم	للہ	نائم
۳	رفع	قبض تام	موت اور نوم کے قرینہ سے خالی ہونا۔	اللہ	زندہ جاگنے کی حالت میں (مرفوع)۔

مسلم مفسرین کا حیات عیسی علیہ السلام پر اجماع اور آیت کی تفسیر میں چار وجوہ:

مسلم مفسرین حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی میں تین امور پر متفق ہیں:

۱- حیات عیسی علیہ السلام۔

۲- رفع عیسی علیہ السلام۔

۳- نزول عیسی علیہ السلام۔

اس امر کے ساتھ کس اس آیت ﴿إذ قال اللّٰہ یا عیسٰی إني متوفیک﴾ کی چار وجوہ تفسیر ہیں:

ہم اس فصل میں ان وجوہ تفسیر کا مفصل ذکر کرتے ہیں تاکہ قادیانیت کی طرف سے اس آیت کی تفسیر کی نقل میں خیانت واضح ہوجائے اور توفی کی تفسیر میں قادیانی خلط کا دفع بھی ہو جائے۔ یہ وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

وجہ اول:

نص قرآن متوفیک ورافعک الی ومطہرک صریح ہے۔ اور وہ اس طرح کہ:

اولاً: ''**متـــوفیک**'' کا معنی ہے تمہیں تمام طور پر قبضہ میں لینے والا ہوں۔ اور اس کے

مخاطب مخصوص شخص حضرت عیسی علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالی نے روح وجسم سمیت علی وجہ التمام اپنے قبضہ میں لے لیا۔

ثانیاً: ''رافعک إلـيّ''، تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔اللہ تعالی اپنے مخاطب مخصوص شخص حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔

ثالثاً: ﴿مطهرک من الذين كفروا﴾ اپنے مخاطب مخصوص شخص حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے منکرین سے پاک کردیا اور انہیں آسمان پر پہنچادیا جہاں ان کے منکرین کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

اس آیت میں کمال صراحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے اللہ کی طرف سے تین امور واقع ہوئے ہیں:

۱- ''توفی''۔ ۲- ''رفع''۔ ۳- ''تطہیر''۔

یہ تینوں مخاطب حضرت عیسی علیہ السلام کی کامل شخصیت کے ساتھ پیش آئے اور ان سب میں فاعل اللہ تعالی اور مفعول حضرت عیسی علیہ السلام ہی ہیں۔اللہ تعالی نے انہیں بتمام اپنے قبضہ میں لے لیا۔اور ان کا بتمام رفع فرمایا۔اور ان کی بتمام تطہیر فرمائی۔ان امور کے بیان میں قرآن کا اسلوبِ بیان صریح ہے۔یہی وجہ تفسیر سب سے راجح ہے۔اسی لئے مسلم امت آج بھی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔واضح بات ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسی علیہ السلام کی موت یا نیند کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ان کے لئے تینوں امور کے جمع ہونے کو قرآنی لفظ واؤ برائے جمع ''متوفیک'' و''رافعک'' و''مطہرک'' نص قطعی سے بیان فرمایا ہے۔لہٰذا یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور ان کے رفع پر نص قطعی ہے۔

وجہ ثانی:

پہلا امر: ''متــــوفیک'' کا معنی ہے بتمام قبضہ میں لینے والا، جو جنس ہے۔جس کی تین انواع ہیں۔ اماتہ۔انامہ اور رفع۔تین میں سے صرف ایک نوع متعین ہونی ہے۔

دوسرا امر: ''ورافعک إليّ'' ہے۔اس کا معنی ہے تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اس لفظ نے توفی کے نوع متعین کردی ہے۔اور وہ ''رفع'' ہے۔

تیسرا امر: ''مطھرک من الذین کفروا'' اس میں بھی مخاطب حضرت عیسی علیہ السلام ہیں۔انہیں اللہ نے ایسے مقام پر پہنچادیا کہ ان کے منکرین وہاں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتے ہیں۔

دوسری وجہ: ''متــــــــوفیک'' کو رفع سے کنایہ بتاتی ہے کیونکہ متوفیک میں جو مجمل تھا ''رافعک'' نے اسکا بیان کردیا کہ اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام کو قبضہ میں لینا ان کو اپنی طرف (رفع) اٹھانا ہے۔اور ''مطھرک'' نے مزید وضاحت کردی کہ انہی مقام اطہار یعنی آسمان پر پہنچادیا۔

دوسری وجہ تفسیر بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے حیات اور رفع کی دلیل ہے۔اس میں ''متوفیک'' کنایہ ہے رفع سے اور بیان میں تقدیم وتاخیر نہیں ہے۔

وجہ ثالث:

امر اول: ''متوفیک'' سے مراد ''منیمک'' ہے۔یہ انامہ سے کنایہ ہے۔اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو سلادیا۔اور سونے والا مردہ نہیں بلکہ زندہ ہی ہوتا ہے۔

امر ثانی: ''ورافعک إليّ'' یہ اپنی معنی میں صریح ہے۔اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کا بحالت نوم رفع فرمایا۔

امر ثالث: ''ومطھرک من الذین کفروا'' اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو

ان کے منکرین کے نجس ہاتھوں سے بچانے کیلئے آسمان پر پہنچا دیا۔

اس تفسیر سے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور رفع ثابت ہے۔

وجہ رابع:

امر اول: "**متوفیک**" سے مراد "**ممیتک**" ہے اور یہاں پر موت کا قرینہ مقدر ہے۔"**بعد إنزالي إياک من السماء**"، تمہیں آسمان سے اتارنے کے بعد موت دینے والا ہوں۔ تمہارے دشمن اس وقت قتل یا صلب نہیں کرسکتے۔﴿**وما قتلوه وما صلبوه**﴾ کا یہی معنی ہے۔ مگر یہ موت اس وقت واقع نہیں ہوئی نہ آج تک ہوئی ہے۔ بلکہ یہ حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد ہوگی۔"**متوفیک**" اپنی وقوع میں تو مؤخر ہے مگر ذکر میں مقدم ہے۔

امر ثانی: "**ورافعک إلیّ**" اس کا معنی ہے "میں آپ کو آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں"۔ یہ رفع عیسی ہے۔

امر ثالث: "**ومطهرک من الذين كفروا**" اس کا معنی حضرت عیسی کو آسمان پر پہنچا کر ان کے نجس ہاتھوں سے محفوظ کر دیا۔ **اس وجہ تفسیر سے تفسیر میں تین امر ہیں:**

١- کنایہ کہ متوفیک ممیتک سے کنایہ ہے۔

٢- تقدیم وتاخیر کہ "**رافعک**" واقع ہونے میں مقدم اور ذکر میں مؤخر ہے۔"**متوفیک**" ذکر میں مقدم اور وقوع میں متاخر ہے۔

٣- قرینۂ موت کی تقدیر اور ان کے لئے ظرف تصریح موت ہے۔

اس تفسیر کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات ثابت ہے۔ ان کا رفع بھی ثابت ہے اور ان کا نزول بھی ثابت ہے۔ اور ان کے نزول کے بعد ان کا اجل آنے پر ان کی موت واقع

ہوگی۔

قادیانی خیانت:

قادیانیت کی خیانت یہ ہے کہ وہ "متوفیک" کو "ممیتک" کے معنی میں لیتی ہے۔ مگر "وقت موت کا ذکر نہیں کرتی"۔

یہاں تک ہم نے مسلم مفسرین کی چاروں تفسیرات کا ذکر کیا ہے جو تمام حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر متفق ہیں۔ فالحمدللہ علی ذلک۔

اب ہم ان چار تفسیرات کو چارٹ کی شکل میں پیش کرتے ہیں:

مفسرین کے تفسیرات کا چارٹ

وجہ اول	وجہ ثانی	وجہ ثالث	وجہ رابع
تینوں امور صریح طور پر مذکور ہیں ۱: توفی۔ ۲: رفع۔ ۳: تطہیر۔ اولاً: قبض تام ثانیا: رفع سماوی ثالثا: ایصال الی السماء	امر اول توفی جنس ہے امر ثانی رفع برائے تعیین نوع ہے امر ثالث: تطہیر مقام اطہار یعنی آسمان تک پہنچانا	امر اول: نیند سے کنایہ امر ثانی اور ثالث: صریح	امر اول: متوفیک موت سے کنایہ ہے جو نزول کے بعد ہوگی امر ثانی/ثالث: صریح ہے
نہ مکرر نہ مقدر نہ تقدیم وتاخیر	نہ تکریر نہ تقدیر نہ تقدیم وتاخیر	کنایہ ہے تکریر نہیں تقدیم تاخیر اور تقدیر بھی نہیں	کنایہ مع التقدیر ہے تکریر نہیں تقدیم وتاخیر ہے
حیات عیسی اور رفع صراحت سے ثابت	حیات عیسی اور رفع صراحت سے ثابت	حیات عیسی اور رفع صراحت سے ثابت	حیات عیسی اور رفع عیسی اور نزول عیسی تینوں ثابت ہیں

تفسیرات مذکورہ کا ماحصل

☆ تمام مسلم مفسرین حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات آسمانی پر ان کے رفع جسمانی اور وہاں سے دوبارہ دنیا میں ان کے نزول پر متفق ہیں۔

☆ کسی بھی مسلم مفسر نے ان کے نزول سے پہلے ان کی موت کا قول نہیں کیا ہے۔ (اہل انحراف کی طرف نسبت ضرور ہے)۔

☆ تمام مسلم مفسرین نے حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع کو بتام رفع پر حمل کیا ہے' ان کے روحانی رفع یا جزئی رفع پر حمل نہیں کیا۔

☆ جس نے تینوں امور' توفی' رفع اور تطہیر کو اپنے ظاہری معانی پر رکھا اس نے تینوں امور کے صراحت سے جمع کرنے کو توفی عیسی قرار دیا۔

☆ جس نے توفی میں کنایہ کی بات کی اس نے اسے ''قبض تام'' جنس کہا پھر اسے نوع رفع پر حمل کیا۔

☆ جس نے توفی کو اماتہ سے کنایہ کہا اس نے وقت توفی نزول آسمانی کے بعد اجل آنے کا بتایا ہے۔

کسی مسلم مفسر نے حضرت عیسی علیہ السلام کی واقع شدہ موت کی بات نہیں کی، نزول کے بعد موت کی اور اس وقت رفع کو ''**رافعک**'' سے اور ''**رفعه اللّٰه إليه**'' سے ثابت کیا۔

اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں تین امور: قبض تام' رفع اور تطہیر کو جمع ہونے سے مراد ان کی آسمان پر حیات ہی کو لیا ہے۔

توفی کے باب میں اصل قرآنی قواعد:

مرزا کے قاعدہ کے ابطال کے بعد جو حق اور مبنی برحقیقت قاعدے ہیں۔ انہیں سمجھ لیں:

۱- اگر توفی غیر ذی روح کی ہے اور فاعل اللہ ہے یا غیر اللہ۔ تو یہ متوفٰی کو بتامہ قبضہ میں لینا ہے

کہ اس کا کوئی جزء قابض کے قبضہ سے باہر نہ رہ جائے۔

۲- اگر توفی ذی روح کی ہے جیسے توفی الانفس۔ نفوس بشریہ کا بتمامہ قبضہ میں لینا۔ اور موت کا قرینہ مذکور ہے تو یہ متوفی کی موت سے کنایہ ہے۔ متوفی یعنی قابض۔ وہ اللہ تعالیٰ ہو یا قابض اس کے حکم سے اس کے فرشتے ہوں۔ یہ توفی عمومی بشر کی ہے جو رات دن ہوتی رہتی ہیں۔ اور یقیناً حضرت عیسی علیہ السلام کیلئے ان کے نزول کے بعد ان کے اجل آنے پر اور قرینۂ موت پر متحقق ہوگی۔

۳- اگر توفی ذی روح کی ہے جیسے توفی الانفس۔ نفوس بشریہ کا بتمام قبض تام اور نوم/ لیل کا قرینہ مذکور ہے تو یہ متوفی کی نیند سے کنایہ ہے۔ اس میں قابض ہمیشہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔ یہ تمام بنی بشر کے ساتھ متحقق ہوتا رہتا ہے۔

۴- اگر توفی ذی روح کی ہے اور وہ مخصوص شخص ہے۔ اس کی موت اور نوم کا قرینہ بھی نہیں اور توفی کے ساتھ اس کا رفع و تطہیر بھی ہے تو یہ حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی ہے۔ جو مکمل شخص کے قبضہ میں لینے اس کا کامل رفع اور اس کی کامل تطہیر ہے۔

یہ قرآنی ثابت شدہ قرآن میں مذکور و موجود امور پر مبنی و متاسس قواعد ہیں۔

مرزا کا قاعدہ کوئی قاعدہ ہی نہیں، نہ کسی فن میں اس کا وجود ملتا ہے۔ اور نہ اس کی کوئی تطبیقی مثال موجود ہے۔

مرزا کا قاعدہ عدم پر مبنی ہے اور عدم پر تو کوئی عاقل بات بھی نہیں کرتا چہ جائیکہ اس پر قاعدہ کی بنا ہو۔

مرزا قادیانی کے باطل قاعدہ کے ابطال کے بعد ہم نے مبنی برحق و حقیقت قواعد کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ ﴿**یا لیت قومی یعلمون**﴾.

کاش کہ قادیانی ان باتوں میں تامل کریں اور صراط مستقیم کی طرف رجوع کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿دسواں یونٹ: دسویں فصل﴾

قرآن کریم میں وارد آیاتِ ''توفی''
قرائن
اور مدلولات

اس فصل میں وہ آیاتِ کریمہ پیش کرتے ہیں، جن میں ''توفی'' کے مشتقات وارد ہیں۔ پھر اس کی نوع کی تعیین کے لئے قرائن بھی مذکور ہیں۔ اور اسی کی بناء پر ان کے مدلولات بھی۔ یہ آیات چارٹ کی شکل مین پیش کی جاتی ہے۔

مشتق از وفی۔توفی	مثال	معنی	قرینہ
یتوفون	والذین یتوفون منکم ویذرون أزواجا یتربصن بأنفسهن أربعة أشهرا وعشرا	تم میں سے جو قبض کئے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، ان کی بیویاں دوسرے نکاح کیلئے چار مہینے اور دس دن رات انتظار کریں۔	عورتیں بیوہ چھوڑنا اور عدت حالت بیوگی اور وصیت توفی سے لزوماً موت مراد لینے کے قرینے ہیں۔
یتوفاهن	حتی یتوفاهن الموت	حتیٰ کہ موت انہیں قبض کرلے غور کریں کہ توفی فعل ہے اور موت فاعل، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں مغایر ہیں۔	اس آیت سے لے کر قل یتوفاکم تک تمام میں توفی سے لزوماً موت مراد لینے کیلئے ملائکہ موت اور بشارت جنت سنانا صاف قرینہ ہیں۔
توفاهم	إنّ الذین توفاهم الملائکة ظالمی أنفسهم	جن کو فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔	ایضاً
توفته	حتی إذا جاء أحدکم الموت توفته رسلنا.	حتیٰ کہ تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں۔	ایضاً نوٹ: اگر توفی کا معنی موت ہو تو فرشتے موت دینے والے نہیں بلکہ قبض کرنے والے ہیں۔
یتوفونهم	حتی إذا جائتهم رسلنا یتوفونهم.	حتیٰ کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آجاتے ہیں تو ان کو قبض کر لیتے ہیں۔	ایضاً
یتوفی	ولو تری إذ یتوفی الذین کفروا الملائکة یضربون وجوههم وأدبارهم.	کاش تو دیکھے جب فرشتے کفار کو قبض کرتے ہیں تو وہ ان کے چہروں پر اور پشتوں پر مارتے ہیں۔	ایضاً
توفتهم	فکیف إذا توفتهم الملائکة یضربون وجوههم وادبارهم	سو کس طرح ہوگا جب فرشتے ان کو ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہوئے قبض کریں گے۔	ایضاً

تتوفهم	إنّ الـذيـن تتـوفاهم الملائكة ظالمي أنفسهم.	جن کوفرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پرظلم کرنے والے ہوتے ہیں	ایضاً ۔
تتوفاهم	الـذيـن تتـوفـاهـم الـملائكة طيبين.	جن کوقبض کرتے ہیں فرشتے خوشحالی میں۔	ایضاً۔
يتوفاكم	قـل يتـوفـاكـم ملك الموت الذى وكّل بكم.	اے پیغمبران!ان سے کہو:تم کو قبضہ کرلے گا ملک الموت جوتم پرمقرر کیا گیا ہے۔	ایضاً۔ نوٹ:موت دینے والا اللہ ہے ملک الموت قبضہ کرنے والا ہے۔
نتوفينك	وإمّـا نـريـنـك بـعض الذى نعدهم أو نتوفينك.	اوراگر ہم تمہیں اپنے وعدے کے ایک حصہ کی باتیں دکھادیں یا تجھ کوقبضہ کرلیں۔	توفی بمقابلہ نریک موت کیلئے قرینہ ہے۔اسی طرح سورۂ زخرف میں نتوفینک کے بجائے نذہبن بک فنا سے کنایہ ہے۔
يتوفى	يـا أيهـا الناس إنا خلقناكم من تـراب ثـم مـن نـطـفة..... ومنكم من يتوفى..الخ	اے لوگو!! اگر دوبارہ اٹھنے کے باری میں تم شک میں ہوتو سوچو ہم نے پہلے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے.....اور بعض تم میں سے پہلے قبض کئے جاتے ہیں...الخ۔	حالت اولی سے آخر اجل مقررہ تک کا ذکر توفی سے مراد موت کے قرائن ہیں۔
توفنا	ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئاتنا وتوفنا مع الأبرار.	اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف کردیجئے اور ہماری برائیاں دورکردیجئے اورہمیں نیکوں کے ساتھ قبض کرنا۔	دعاء لحوق الصالحین موت کا قرینہ ہے۔
توفنا	ربـنـا أفرغ علينا صبرا وتوفنا مسلمين.	اے ہمارے رب! ہم پرفضل فرمایئے اور ہمیں مسلمانی حالت میں قبض کرنا۔	ایضاً
توفني	أنـت وليي في الدنيا والآخرة تـوفـنـي مسـلـمـا وألـحقني بالصالحين.	تو ہی میرا مددگار ہے دنیا اور آخرت میں اور مجھے مسلمانی کی حالت میں قبض کرنا اور صالحین کے ساتھ ملانا۔	ایضاً
يتوفاكم	وهو الذى يتوفاكم بالليل ويعلم ما جرحتم بالنهار ثم يبعثكم فيه ليقضى أجل مسمى.	اور وہی ہے جو تمہیں رات کوقبض کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن کو کرتے ہو پھر تم کو دن کے وقت اٹھا کھڑا کرتا ہے تا کہ زندگی کی مدت پوری کی جائے۔	لیل پھر اٹھنا توفی سے مراد نوم ہونے کے قرائن ہیں (یعنی اس توفی کو نوم لازم ہے)۔
يتوفى	اللّٰه يتوفى الأنفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها.	اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو ابھی نہیں مریں ان کو نیند میں قبض کرتا ہے، سو جس کی موت کا فیصلہ کردیا اس کو تو روکے رکھتا ہے اور دوسرے کو (نیند والے کو) مدت مقرر تک بھیجتا رہتا ہے۔	ایک شق میں حین الموت اور امساک ارواح۔دوسری شق میں حین المنام اور ارسال ارواح۔پہلی میں توفی برائے موت قرینہ اور دوسری میں توفی برائے نیند ''المنام'' قرینہ ہے۔

ہر قاریٔ قرآن ان آیات میں روزِ روشن کی طرح پائے گا کہ:

''توفی'' کے ساتھ اگر ''موت'' کا قرینہ ہے۔تو وہ ''اماتۃ'' موت دینے سے کنایہ ہے۔

''توفی'' کے ساتھ اگر ''نیند'' کا قرینہ ہے۔تو وہ ''انامۃ'' سُلانے سے کنایہ ہے۔

''توفی'' اگر ''موت'' و''نیند'' کے قرینہ سے خالی ہے۔اور ''متوفّٰی'' کا ''رفع'' و''تطہیر'' بھی ساتھ ہے،تو ''رفعِ عیسیٰ علیہ السلام'' ہے۔یہی ان کی ''توفی'' ہے۔اللہ تعالیٰ کا انہیں قبضہ میں لے لینا،انہیں اپنی طرف اٹھالینا،اور انہیں آسمان پر پہنچا دینا۔یہی امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ گیارھواں یونٹ: گیارھویں فصل ﴾

آیاتِ ''توفی'' کے مفردات
اور
علمی مصطلحات کی تطبیق

اس فصل میں ہم آیاتِ ''توفی'' کے مفردات کا، ان علمی مصطلحات کی تعریفات کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں۔جن میں رسوخ اور کامل اطلاع قرآن مجید کی تفسیر میں خوض کرنے والے کے لئے ضروری ہے۔ پھر ان تعریفات میں اتنی مہارت بھی کہ لغتِ عرب، یا قرآن مجید اور سنتِ نبوی کی نصوص میں جہاں پر کوئی مفردات آئیں، تو ہم ان پر ان اصطلاحات کی تطبیق کر سکیں۔عمومی بشر کی ''توفی'' والی آیات ہو، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی'' کی آیت۔''توفی'' کی ان آیات کے مفردات مندجہ ذیل ہیں۔

۱- ''التوفّي'' یہ''یتوفّٰی''ہو،''یتوفّون'' ہو،یا''متوفٍّ'' کی صورت میں۔

۲- ''الأنفس''۔

۳- عیسیٰ علیہ السلام۔

۴- کاف الخطاب۔

۵- ''ك'' مفرد۔ ''کم'' جمع۔

۶- ''الَّذِين''۔

۷- ''اللآئی''۔

۱- ''التوفّي'':

''توفی'' کا لفظ''قبضِ تام'' کے لئے اکیلے معنی''قبضِ تام'' کے لئے افراد سے منفرد طور پر وضع کیا گیا ہے۔

لہٰذا لفظ''توفی'' خاص ہے۔جس کا اکیلا معنی ہے۔(معنی میں کثرت نہیں)۔اس کا معنی معلوم ہے۔لفظِ افراد کے لئے وضع نہیں ہوا۔

خاص کا حکم:

یہ ہے کہ وہ حتمی طور پر اپنے مدلول کو بغیر زیادتی اور نقصان کے متناول ہوتا ہے۔ ''توفی'' کا لفظ مفرد ہو تو اس کا معنی بھی مفرد ہوگا۔ اور وہ ہے ''قبضِ تام''۔

اگر کوئی ''توفی'' کا معنی ''قبضِ روح'' کرے تو یہ اسکے قطعی مدلول کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں ''روح'' کا اضافہ ہے۔ اور ''تام'' کا نقصان ہے۔

مفہوم ''توفی'' کا صدق:

''توفی'' کی وضع تو افراد کے لئے نہیں ہے۔ مگر یہ معنی کثرت پر صادق آتا ہے۔ لہٰذا یہ کلی ہے۔ پھر یہ کثرت ''**مختلفة الحقائق**'' ہے۔ لہٰذا یہ ''جنس'' ہے۔ قرآن کریم میں یہ ''قبضِ تام'':-

اگر ''**حين الموت**'' ہو، تو ''متوفّی'' کے ''اماتۃ'' پر ہوتا ہے۔

اگر ''**في المنام**'' ہو، تو ''متوفّی'' کے ''انامۃ'' پر ہوتا ہے۔

اگر بحالتِ ''**رفع متوفّی**'' کے ''رفع'' پر ہوتا ہے۔

پھر یاد رہے کہ:

''توفی'' عام نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ان تمام معانی پر بیک وقت شامل نہیں ہوتا۔

نہ ''توفی'' مشترک ہے۔ کہ اس کی وضع متعدد معانی کے لئے نہیں ہے۔

نہ ''توفی'' منقول ہے۔

نہ ''توفی'' حقیقت و مجاز کے قبیل سے ہے۔

البتہ ''توفی'' لغت میں اور قرآن و سنت میں ''قبض تام'' کے لئے صریح ہے۔ جیسے کہ ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام''، جو موت اور نوم کے قرینہ کے بغیر ہے۔ پھر ان کے ساتھ ان کا ''رفع'' اور ''تطہیر'' بھی ہے۔

''توفی''بطورِ''کنایہ'':

اگر''توفی'' کے ساتھ دیگر امرِ زائد بطورِ قرینہ بھی ہوتو''قبضِ تام'' کو قرینہ کے مطابق معنی کی طرف پھیر دے گا۔ تو موت کے قرینہ کے ساتھ یہ''اماتۃ'' سے کنایہ اور نوم کے قرینہ کے ساتھ یہ اماتہ سے کنایہ اور''رفع''و''تطہیر'' کے ساتھ یہ''رفعِ سماوی'' سے کنایہ ہوگا۔ یہی''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام'' ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حتماً ایسے مقبوض تام ہیں۔ جو مرفوع بھی ہیں۔ اور''مطہّر'' بھی ہیں۔

۲- الأنفس:

''انفس'' کا مفرد''نفس'' ہے۔ جس کا معنی ارواح ہیں۔ یہ ارواح کا لفظ اسے معنیٔ واحد کے لئے موضوع ہے۔ جس کی وضع کثرت افراد کے لئے ہے۔ اور وہ ان سب کو شامل ہے۔ لہٰذا یہ عام ہے۔

اس کا حکم:

یہ بھی خاص کی طرح قطعی ہے۔ اور تمام ارواحِ بشریہ کو شامل ہے۔ اور بشمولِ عیسیٰؑ تمام انسانی ارواح کا''حین الموت'' اماتہ، اور''في المنام''''انامہ'' ہوتا ہے۔ اس سے کسی کا کسی کا استثناء نہیں۔ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی اجل پر اماتہ اور نوم میں انامہ شامل ہے۔

۳- عیسیٰ علیہ السلام:

لفظِ عیسیٰؑ مخصوص مسمّٰی فرد کے لئے وضع ہے۔ اس میں کثرت صدق کا تصور ہے ہی نہیں۔ لہٰذا یہ خاص الفرد ہے۔ جب اس کی مخصوص نوع کا ذکر ہو، اسکی''توفیٔ رفع'' کا ہی فرد ہے۔ البتہ ان کی''توفی'' کے ساتھ ان کا''رفع'' اور''تطہیر'' بھی ہے۔

قرآن کریم بھی ان کی ''توفی'' بغیر قرینۂ موت کے اور بغیر قرینہ نوم کے ذکر کی ہے۔ اور یہ تصریح بھی کی ہے۔ ﴿بل رفعه الله إليه﴾۔ کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اسی طرح اس کی موت کی۔ قید کو بھی فرما کر: ﴿وإن من أهل الكتاب وليؤمنن به قبل موته﴾ ذکر کر دیا۔ کہ: ''تمام اہل کتاب ان کی موت سے پہلے پہلے دائرۂ ایمان میں داخل ہو جائیں تو جب تک ایسا نہیں ہوتا، ان کی موت بھی واقع نہیں ہوسکتی''۔

۴- ''ك'' ﴿متوفيک﴾

''ك'' یہ لفظ معنی معلوم کے لئے وضع ہے۔ اور وہ ہے ''مفرد مذکر مخاطب''۔ آیت ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام'' قرآنی نص ہے۔ ﴿إِذْ قَالَ اللّٰه يا عِيْسٰى إِنِّي مُتَوَفِّيْکَ وَرَافِعُکَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾۔

اس میں اس کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام مخاطب ہیں۔ جن کے لئے باری تعالیٰ نے ''توفی''، ''رفع'' اور ''تطہیر'' تینوں امور فرمائے ہیں۔ ''توفیٔ خاص'' میں ''متوفّٰی'' میت نہیں۔ بلکہ وہ مقبوض ہے، مرفوع ہے۔ اور مطہر ہے۔

۵- ''الّتِي'':

یہ لفظ خاص ہے، جو معلوم معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اور وہ ہے ''مفرد مؤنث غائب''۔ آیتِ ''توفی'' میں یہ ''انفس'' جو غیر عاقل کی جمع ہے۔ اس کے لئے آتا ہے۔ تو ان کی ''توفی'' نوم میں ہونا ان کے ''انامہ'' سُلانے سے کنایہ ہے۔

٦- ''الّذین'': آیتِ ''توفی'' ﴿والّذين إذا توفتهم الملائكة ألخ﴾۔

''الذین'' کا لفظ عمومِ بشر کی ''توفی'' میں وارد ہوا ہے۔ جس کا مفرد ''الذی'' ہے۔

''الذین'' کا لفظ معنی معلوم جماعتِ عقلاء کے لئے موضوع ہے۔ اور اس کی وضع افراد کے لئے ہے۔ جو ان کو شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا از قبیلِ عام ہے، (جیسے کہ ''مَنْ'')۔ تو ان کی ''توفی'' جب وہ بیویاں پیچھے چھوڑتے ہیں (بوقتِ موت) ان کے ''اماتۃ'' موت دینے سے کنایہ ہے۔ اور ''توفیِ موت'' ہے۔ تو اس ''توفی'' کا ''توفیِ موت'' ہونا اس لئے نہیں کہ لفظِ ''توفی'' کا معنی موت دینا اور ''قبضِ روح'' ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کی ''توفی'' کا وقت ''حین الموت'' ہے۔

۷- ''کم'':

یہ لفظ معنی معلوم کے لئے وضع ہے۔ اور وہ ''جمع مذکر مخاطب'' ہے۔ تو عمومِ بشر کی توفی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ﴿وَالَّـذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ ألخ﴾۔ تو جماعتِ عقلاء کے لئے اس کی وضع کا معنی یہ ہے کہ یہ عام ہے۔ (مَنْ کی طرح)۔ اور افراد کی کثرت کو شامل ہے۔

۸- ''اللآتي'': اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی ﴿واللآتي يأتين الفاحشة من نسائكم إلى آخره ''حتى يتوفاهن الموت''﴾:

''اللآتي'' جمع ہے۔ اس کا مفرد ''الّتي'' ہے۔ یہ معنی معلوم کے لئے وضع ہے، اور وہ ہے ''مؤنث عقلاء کی جماعت''۔ چونکہ کثرتِ افراد کیلئے موضوع ہے۔ لہٰذا یہ ''مَنْ'' کی طرح عام ہے۔ اب ان کی ''توفی'' کے ساتھ ''الموت'' کا لفظ صریحاً مذکور ہے۔ تو اس بات کا قرینہ ہے کہ ان کی ''توفی'' ''اماتۃ'' سے کنایہ ہے۔ لہٰذا یہ ''توفی'' ''توفیِ موت'' ہے۔ اس لئے نہیں کہ ''توفی'' کا معنی موت ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس ''توفی'' کی اسناد موت کی طرف کی ہے۔ یہ قرینہ موت ہے۔

نیز ''توفی'' کا مسند ہونا اور ''موت'' کا مسند الیہ ہونا بھی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ ''توفی''

موت نہیں ہے۔ کیونکہ مسند اور مسند الیہ میں ایک نہیں ہوتے۔

یہاں تک ہم نے قرآن کریم کی آیات میں ''توفی'' کے مفردات کی تحلیل کردی۔

حاصلِ تحلیل:

آیاتِ ''توفی'' کے مفردات کے مذکورہ تجزیہ اور تحلیل، ہم نے علمی مصطلحات کی تعریفات کی روشنی میں کی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ لفظ ''توفی'' صرف ''قبضِ تام'' ہے۔ موت دینا نہیں۔ اگر اس کے ساتھ قرینۂ موت ہے۔ تو ''متوفّٰی'' کے ''اماتۃ'' (موت دینے) سے کنایہ ہوگا۔ ''توفی'' نہ موت میں حقیقت ہے، نہ اس میں مجاز ہے۔

اور اگر ''توفی'' کے ساتھ ''قرینۂ نوم'' ہوگا تو یہ ''متوفّٰی'' کے ''انامۃ'' (سُلانے) سے کنایہ ہے۔ ''توفی'' نوم کے لئے نہ حقیقت ہے، نہ مجاز ہے۔

''توفی'' عمومی ہو یا خصوصی، ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی۔ اگر ''توفی'' کے ساتھ موت یا نوم کا قرینہ نہیں۔ (لیل یا نوم کا عدم ہو، یا موت کا عدم) تو یہ ''متوفّٰی'' کا صرف قبضِ تام ہے۔ اگر ذی روح ہے، تو یہ اس کا جسم وروح سمیت قبض تام ہے۔ اور ''متوفّٰی'' کی حیات کی دلیل ہے۔ پھر اگر ''توفی'' کے ساتھ ''متوفّٰی'' نائم بھی ہے، تو یہ صرف خاص الفرد کی ''توفی'' ہے۔ اگر اس کی ''توفی'' کے ساتھ ''رفع''، و''تطہیر'' بھی ہے۔ تو یہی اس کے مرفوع ''مطہَّر'' ہونے کا بیانِ صریح ہے۔ اور یہی ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام'' ہے۔

ملوظہ:

''توفی'' چونکہ لفظِ خاص ہے۔ اور اس کا معنی معلوم ''قبضِ تام'' ہے۔ اور یہ مفہوم مختلف متعدد اشیاء پر صادق آتا ہے۔ لہٰذا یہ ''جنس'' ہے۔

لہٰذا ہم ''توفی'' کی اصطلاحات، تعریفات کی تطبیق کے چارٹ سے اس کا بیان کرتے ہیں۔

متوفِّی	متوفّٰی	''توفی'' کی نوع	اس کے افراد
اللہ	نفوسِ بشریہ موت کے وقت۔	متوفّٰی کا اماتہ عموم ہے۔ خصوصیت نہیں۔	تمام اموات۔
اللہ	نفوسِ بشریہ نیند میں۔	متوفّٰی کا انامہ خصوصیت نہیں۔	تمام سونے والے۔
اللہ	فقط عیسیٰ علیہ السلام (رفع اور تطہیر کے وقت۔	متوفّٰی کا رفع خصوصیت ہے۔	اس کا صرف ایک فرد موجود ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿بارھواں یونٹ: بارھویں فصل﴾

مرزا قادیانی کا "توفئ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
باطل طرزِ تعامل
اوراس کا بطلان۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور آیتِ ’’توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام‘‘:

مرزا غلام احمد قادیانی نے ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿یٰا عیسٰی إني متوفیک ورافعک إليّ ومطهّرک من الذین کفروا﴾۔ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

’’یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں، اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں‘‘۔

مناقشۂ ایمانی درالحادِ قادیانی:

ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں وارد ’’توفی‘‘ وہ عام بشر کی عمومی توفی ہو، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاص توفی۔ وہ ادنیٰ تأمل کرنے کے بعد گواہی دے گا کہ مرزا غلام احمد کا مذکورہ آیت کا ترجمہ سراسر الحاد فی آیات اللہ کے قبیل سے ہے۔ جس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

اولاً: مرزا غلام احمد قادیانی نے ’’متوفیک‘‘ کو ’’ممیتک‘‘ پر حمل کرتے ہوئے اسے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر حمل کیا۔ حالانکہ اس آیت میں اس نے ’’توفی‘‘ کے ساتھ موت کا قرینہ ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ’’متوفیک‘‘ کا معنی صرف ’’بتمام قبضہ میں لینے والا ہوں‘‘ ہی ہے۔ اس کے سوا نہیں۔ اس لئے جنہوں نے ’’متوفیک‘‘ کو ’’ممیتک‘‘ پر حمل کیا ہے۔ انہوں نے یہ صراحت کی ہے، کہ یہاں پر یہ مقدر ہے۔ ﴿بعد إنزالِيْ إيّاک من السماء﴾۔ یعنی ان کی اجل آنے پر ان کی وفات تو درست ہے۔ مگر اس سے قبل ان کا ’’رفعِ سماوی‘‘ ہوگا۔ پھر ان کا نزول، پھر ان کی وفات پر حمل کرنا درست، ورنہ یہ الحاد ہے۔ اور اپنے باطل عقیدہ کے ثبوت کے لئے سلف کے کلام کو نقل کرنے میں خیانت ہے۔ بغیر اس کلام کی تقدیر کے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ تو ان کی وفات ہوگی۔ اس کے بغیر ’’توفی‘‘ کو وفات عیسیٰؑ پر حمل کرنا۔ لغت اور نقل کے خلاف ہے۔

ثانیاً: اس مرزائی تفسیر کے ترجمہ میں اہل ایمان کے راستہ سے خروج اور انحراف ہے۔ اور

مرزا کا ترجمہ مسلم مفسرین کی تفسیرات کے خلاف ہے۔

ثالثاً: مرزا کا ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ورافعک إلیّ﴾۔ ''میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''۔ کا یہ ترجمہ کرنا کہ ''اور پھر میں تمہیں عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں''۔ یہ نصِ قرآنی میں زیادتی ہے۔ ''رفع'' کا معنی: ''نیچے سے اوپر لے جانے'' میں ظاہر ہے۔ مگر عزت کا لفظ مرزا کا اپنی طرف سے اضافہ ہے۔ یہی تو اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس کی اصل مراد کے خلاف حمل کرنے کا کھلا نمونہ ہے۔

رابعاً: مرزا کا ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ومطهّرک من الذین کفروا﴾۔ ''اور میں تجھے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں سے جنہوں نے انکار کیا''۔ کا یہ ترجمہ کرنا کہ ''تجھے کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں'' یہ بھی نصِ قرآنی میں اضافہ ہے۔ کیونکہ اس میں تو ''تہمتوں'' کا لفظ سرے سے ہے ہی نہیں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام کا اس آیتِ قرآنی سے تعامل غیر شرعی اور باطل ہے۔ جو مندرجہ ذیل قباحتوں پر مشتمل ہے۔

اولاً: مرزا نے ﴿متوفیک﴾۔ ''جو تجھے بتمام قبضہ میں لینے والا'' میں صریح ہے۔ اسے بغیر قید وقرینہ یا تقدیر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر حمل کر دیا۔ یہی الحاد فی آیات اللہ ہے۔

ثانیاً: اہلِ ایمان مسلم مفسرین کا تفسیرات سے انحراف ہے۔

ثالثاً: مرزا نے ارشادِ قرآنی: ﴿رافعک﴾۔ ''تجھے اٹھانے والا ہوں'' کو اس کے ظاہری اور وضعی معنی سے بغیر کسی قرینہ کے ''عزّت کے ساتھ اٹھانے والا ہوں'' میں بدل دیا۔ لہٰذا یہ خلافِ لغت ہے۔ اور الحاد فی آیات اللہ ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں جب بھی ''رفعِ درجات'' مراد ہو، تو لفظِ ''رفع'' خالی نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ درجات اور روحانی رفع کا قرینہ ضرور ہوتا ہے۔

رابعاً: مرزا کا یہ تصرف خلافِ عقل بھی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دشمنوں کے نرغے میں ہیں۔ تو اس وقت انہیں جسمانی حفاظت کی ضرورت ہے۔ اور رفعِ جسدی کی حاجت ہے۔ دشمنوں سے ممانعت کی۔ کہ وہ ان تک نہ پہنچ سکیں۔

خامساً: نبی تو ہمیشہ مرفوع الدرجات ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ فی سبیل اللہ شہید ہو بھی جائے۔ تو حالتِ عیسیٰؑ کا تقاضا ہے کہ ان کے جسدِ اطہر کو ان کے انجاس دشمنوں سے دُور لے جایا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر لے جا کر کر دکھایا۔

سادساً: قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان کے دشمنوں کے مکر کا ذکر فرمایا کہ وہ ان کے قتل وصلب کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے لئے اپنی احسن تدبیر فرمائی۔ اور وہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اعدائے عیسیٰؑ کی تدبیر سے غالب رہی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذکورہ موقف اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کا ''رفعِ جسدی'' ہو۔

سابعاً: مرزا قادیانی نے باری تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی: ﴿**ومطهّرک من الذین کفروا**﴾۔ ''میں تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں'' کو۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ کر دکھایا کہ انہیں ایسے مقام پر لے گئے جہاں وہ پہنچ نہیں سکتے تھے۔ اور انہیں آسمان پر پہنچا دیا۔ مگر قادیانی نے اللہ تعالیٰ کی اس غالب اور بہترین تدبیر کو محض اپنے باطل عقیدہ کے اثبات کی خاطر دشمنوں کی تہمتوں سے پاک کرنے کی طرف پھیر دیا۔

قرآنی مفردات اور نص کو یوں اس کے وضعی معانی سے پھیرنا مرزا کا کھلا الحاد ہے۔ یہ تفسیرِ قرآن نہیں۔ بلکہ مرزا کی اپنے باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کی ناکام سعی ہے۔ جسے ہم نے ان وجوہ کی بنیاد پر مرزا کے آیتِ ''توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام'' کے ساتھ غیر شرعی باطل تعامل سے تعبیر کیا۔ اور اس کا بطلان بھی الحمدللہ کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿ تیرھواں یونٹ: تیرھویں فصل ﴾

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خصوصی ''توفی'' اور اس کی حکمتیں۔

☆ ''توفی'' کی کونسی نوع خصوصیتِ عیسیٰ علیہ السلام ہو سکتی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی ''توفی'' اور اس کی حکمتیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' جو ان کے ''رفع'' و''تطہیر'' یعنی آسمان پر جانے سے عبارت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کے مطابق ان کا دوبارہ زمین پر نازل ہونا۔ اور یہ صرف انہیں کا خاصہ ہے۔ علمائے اسلام نے اس کی جو حکمتیں ذکر کی ہیں۔ ان کا خلاصہ مندجہ ذیل ہے۔

☆ یہود کے اک زعم باطل کا قلع قمع کرنا کہ: ﴿إنا قتلنا المسیح عیسٰی ابن مریم﴾۔ ''ہم نے عیسٰی ابن مریم کو قتل کر دیا''۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جھوٹ پر یہ کہتے ہوئے ردّ فرمایا: ﴿وما قتلوہ وما صلبوہ﴾، و﴿بل رفعه اللّٰه إلیه﴾۔ ''انہوں نے انہیں نہ قتل کیا۔ نہ سُولی پر چڑھایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اپنی طرف ''رفع'' فرمالیا''۔

☆ نبیٔ خاتم ﷺ نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں، جو ان کا قتل کریں گے، جب وہ آسمان سے زمین پر دوبارہ اتریں گے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ان کی اجل (موت آنے کے وقت) کے قریب ہوگا۔ پھر وہ اپنی وفات کے بعد زمیں میں دفن ہوں گے۔ کیونکہ وہ تمام بشر کی طرح مٹی سے پیدا ہوئے۔ اور وہ زمین ہی پر وفات پائیں گے۔ اور زمین ہی میں دفن بھی ہوں گے۔

☆ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت نبیٔ خاتمؐ اور ان کی امت کا وصف جانا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں ان میں سے کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ اور انہیں باقی رکھا، حتیٰ کہ آخری زمانہ میں اتریں گے۔ اور حضرت خاتم النبیینؐ کی امت میں شامل ہو کر ان کے لائے ہوئے دینِ اسلام کی تجدید ان کے ہاتھوں ہوگی۔

☆ ان کا نزول دجال کے ظہور کے وقت ہوگا۔ اور وہ اسے قتل کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیحِ حق ہیں۔ جبکہ دجال مسیحِ باطل ہے۔ تو جب مسیحِ حق ہدایت کے ساتھ اس دنیا میں آئے، تو یہود نے ان کی اتباع نہ کی۔ بلکہ قتل وصلب کی سعی کی۔ مگر جب مسیحِ دجال آئے گا، تو

یہود اس کی اتباع کریں گے۔تو اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر بھی ہوئی، کہ یہود کی مسیحِ حق کے ہاتھوں ہلاکت ہو۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہیں اتریں گے جہاں سے ان کا رفع ہو۔پھر وہ دجال کا قتل کریں، وہ یہود جنہوں نے ان کے قتل وصلب کی تدبیر کی۔ان کا قلع قمع فرمائیں گے۔

☆ نزولِ مسیح کے وقت مسلمان انہیں پہچان لیں گے۔اور وہ ان کے بارے میں وہی عقیدہ رکھتے ہیں، جو حق وصواب ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر بطورِ عادل ومنصف حاکم بن کر اتریں گے۔حق وہدایت کی دعوت دیں گے۔تو اہلِ کتاب کے بقیہ میں سے جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت لکھی ہے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔﴿وإن مِن أهل الكتابِ إلاّ ليؤمِنَنَّ به قبل موته، ويوم القيامت يكون عليهم شهيداً ﴾۔ ''کہ اہلِ کتاب تمام کے تمام ان پر ضرور بضرور ان کی موت سے پہلے پہلے ایمان لے آئیں گے۔اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کونسی ''توفی'' خصوصیتِ عیسیٰؑ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے؟

ہمارے مذکورہ افصاح وبیان سے عمومی نفوس بشریہ کی توفی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' میں سے ذی روح کی تین توفیات میں سے کونسی توفی خصوصیتِ عیسیٰ علیہ السلام بن سکتی ہے؟

۱- نفوسِ بشریہ کی ''توفی'' موت کے وقت جس کے بعد ان کا امساک ہوتا ہے۔اور وہ ''اماتۃ'' یا ''توفیٔ موت'' ہے۔

۲- نفوسِ بشریہ کی ''توفی'' نیند میں جس کے بعد ان کا ''ارسال'' ہوتا ہے۔ اور ''انامۃ'' یا ''توفیٔ نوم'' ہے۔

۳- مخصوص شخص (عیسیٰؑ) کی وہ ''توفی'' جو ان کا روح وجسم سمیت قبضہ ہے۔ اور ''رفع'' ہے، اور ''تطہیر'' ہے۔ جسے ''توفیٔ رفع'' کہتے ہیں۔

ان تینوں میں ''توفیٔ موت'' یا ''توفیٔ نوم'' ان کی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ عمومِ بشر کی ''توفی'' ہے۔ رہی ''توفیٔ رفع'' جو ''توفی'' + ''رفع'' + ''تطہیر'' صرف یہی ''توفیٔ رفع'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ جس میں دیگر کوئی بشر ان کا شریک نہیں۔ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قرآنی ''توفی'' اور اسلامی ''توفی'' ہے۔ یہی نعمتِ ربانی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ یہی قابلِ ذکر انعامِ ربانی ہے۔ ان کی ''توفی'' کا بلا ذکر قرینۂ موت اور بلا ذکر قرینۂ نوم ان کی ''توفی'' کو ''توفیٔ موت'' یا ''توفیٔ نوم'' بنانے سے مانع بھی ہے۔ ان کی ''توفی'' کا بیان بھی صریح اسلوب میں ہے۔ کنائی میں نہیں۔

ان کی ''توفی'' کے باب میں پورے قرآن میں کہیں ذکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو ان کے جسد سے علیحدہ کر کے اٹھایا ہو۔ یا اس کا عکس ہوا ہو۔ ان کی ''توفی'' میں کوئی بھی ایسا قرینہ نہیں۔ جو ان کی ''توفی'' کو موت یا نیند کی طرف پھیر دے۔ بلکہ دیگر شواہد بھی ہیں۔ ان کی ''توفیٔ رفع'' کے مؤید ہیں۔

دیگر شواہد جو ''توفیٔ عیسیٰؑ'' کے سمجھنے میں معین اور حق وصواب پانے میں مددگار ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' کے مدلول کی تعیین وتقریر اور تثبیت وتفہیم کیلئے بہت سے شواہد اس امر پر ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں روح وجسم سمیت بتمام قبضہ میں

لے لیا۔ ان کا اپنی طرف ''رفع'' فرمایا۔ اور انہیں آسمان تک پہنچا دیا۔ کہ وہ منکرین سے کامل طور پر محفوظ و مأمون ہو گئے۔ یہ شواہد مندرجہ ذیل ہیں۔

اولاً: کلامِ ربانی ﴿یٰا عیسٰی إني متوفیک و رافعک إليّ﴾۔ کا مورد شاہد اول ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دشمنوں کے احاطہ میں ہیں۔ جو ان کے قتل کا پختہ فیصلہ کر چکے۔ انہوں نے اپنی تدبیر کی تکمیل کی تمام تر کوششیں مکمل کر لیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا جو خیر الماکرین ہے۔ ان کا فیصلہ اپنے نبی ؑ کو مکمل طور پر ان سے محفوظ و مأمون کرنا۔ اور ان کے دشمنوں کی تدبیر کو ناکام کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بتمام قبضہ میں لیا، اور انہیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور آسمان پر پہنچا دیا۔ وہ عزیز و حکیم ہیں۔ اپنے امر پر غالب ہیں۔ وہ خیر الماکرین ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' میں اس کے علاوہ دیگر کوئی احتمال نہیں ہو سکتا۔ یہی قولِ حق ہے۔ یہی مخلص ہے۔

ہاں! اگر ''متوفیک'' کے ساتھ یہ تقدیر ہو کہ ''تمہارے آسمان سے اتارنے کے بعد'' تمہاری توفی کروں گا، تو یہ ''متوفیک''، ''ممیتک'' کے معنی میں ہو سکتا ہے۔ اور بھی ایک وجہ تفسیر ہے، جس کا ذکر ہم نے وجوہِ تفسیرات میں کر دیا ہے۔ جس کے مطابق ان کی وفات مستقبل میں ان کے آسمان سے دوبارہ اترنے کے بعد ان کی اجل آنے پر ہوگی۔ جب وہ اپنی عمر کے ایام پورے ہونے کے بعد ہوگی۔ یہ تب ہوگا جب وہ اپنی اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی دعوتی اور جہادی ذمہ داری بھی پوری کر لیں گے۔ جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فیصلے میں زندہ رکھا۔ اور ان کا ''رفع'' فرمایا۔ اور انہیں آسمان پر زندہ باقی رکھا۔ اس کی طرف قرآن کریم نے اس آیت میں تصریح فرمائی۔ ﴿وإن من أهل الكتاب إلاّ ليؤمننّ به قبل موته﴾۔ ''کہ ان کی موت سے پہلے پہلے جملہ اہلِ کتاب دائرۂ ایمان داخل ہو جائیں گے''۔ ان تمام امور کی

تکمیل کے بعد باری تعالیٰ ان کا ''اماتۃ'' فرمائیں گے۔اور انہیں موت دیں گے۔

رہے یہود تو وہ ان کے قتل وصلب پر قادر نہ ہو سکے۔جیسے کہ قرآن کریم نے فرمادیا: ﴿وما قتلوہ وما صلبوہ، ولکن شبہ لھم﴾، ﴿بل رفعہ اللّٰہ إلیہ وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً﴾۔''نہ وہ انہیں قتل کر سکے، نہ وہ سولی دے سکے۔ان کے لئے تشبیہ کر دی گئی''۔اور ''اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا، وہ عزیز وحکیم ہے''۔یہی بہترین مخلص ہے۔

ثانیاً: جملہ مسلم مفسرین کی تفسیرات بھی اسی امر کی مؤید ہیں۔

ثالثاً: اس باب میں متواتر احادیثِ نبویہ بھی اس کی تائید میں ہیں۔

رابعاً: امت مسلمہ کا توفی کی اس اسلامی مفہوم پر اجماع۔

یہ تمام امور نصِ قرآنی کے ساتھ ساتھ دیگر شواہد میں اس امر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفیٔ اماتۃ'' وفات دینا نہیں۔

اس میدان میں کام کرنے والوں کو کیا یاد رکھنا ہوگا؟

ہم اس میدان میں کام کرنے والوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اجمالاً یہ یاد رکھیں اور اسے ہرگز نہ بھولیں۔

اولاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' کا ذکر، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' کا ذکر صرف دو جگہ فرمایا ہے۔

أ- اپنے اس قول میں ﴿یا عیسیٰ إني متوفیک﴾۔''اے عیسیٰ میں تیری توفی کرنے والا ہوں''۔(یعنی تجھے بتمام قبضہ میں لینے والا ہوں)۔

ب- اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی کہ وہ اس نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔﴿فلما توفّیتني﴾۔(مائدۃ: ۱۱۷)۔دونوں جگہ قرینۂ موت ونوم نہیں، تو دونوں

جبکہ ان کی ''توفی'' صرف ''قبض تام'' ہے۔

البتہ ''آل عمران'' میں ''توفی'' کے ساتھ دیگر دو امر مذکور ہیں۔ وہ ہیں ان کا ''رفع''، اور ان کی ''تطہیر''۔ دونوں ''توفی'' کے معنی معیّن کرنے والے ہیں۔

ثانیاً: ''توفی'' اور اس کے مشتقات کا قرآن کریم میں عمومِ بشر کے لئے ورود، اس کا صیغہ اور اسلوبِ بیان مستقل ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' بھی اپنے صیغہ اور اسلوبِ بیان میں مستقل ہے۔ ان میں سے ایک ''توفی'' کا دوسری ''توفی'' پر قیاس کرنا درست نہیں۔ ایک ''توفی'' عام ہے۔ اور دوسری خاص ہے۔

عمومی توفی: اماتہ ہو یا انامہ، ہر ایک قرائن کے ساتھ ہوتی ہے۔ کہ اگر قرینہ موت کا ہو تو ''توفیٔ موت'' ہے۔ اگر قرینہ نوم کا ہو تو ''توفیٔ نوم'' ہے۔

خاص توفی: وہ قرینہ موت یا قرینہ نوم سے خالی ہے۔ جو ''توفیٔ موت'' یا ''نوم'' نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ''رفع'' ہے۔ تو وہ یقیناً ''توفیٔ رفع'' ہی ہے۔ پھر اسکے ساتھ کفار سے بھی ''تطہیر'' ہے کہ متوفّٰی شخص مرفوع شخص بھی ہے۔ اور اپنے دشمنوں کی پہنچ سے بہت دُور آسمان پر زندہ تا حال موجود بھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاص ''توفی'' کے باب میں ''توفیٔ موت'' اس وقت تو نہیں۔ مگر ان کے نزول کے بعد ان کی اجل آنے پر نعمت خاصہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ تفسیر بھی درست ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت یہ خوش خبری دی کہ میں تجھے تیرے نزول کے بعد مارنے والا ہوں۔ یہ نہیں ہیں۔ یہی سلف و خلف مسلم مفسرین کی تفسیر ہے۔ جس کے شواہد ہم نے پیش کئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی میں امت مسلمہ اپنے متداول سے اس پر ثابت تھی، ہے۔ اور ان شاء اللہ رہے گی۔

البتہ ہندوستان کے صوبہ ''پنجاب'' میں ایک شخص آج سے تقریباً سو (۱۰۰) بر پہلے گذرا۔ جس نے اولاً تو اس باب میں بھی اسی عقیدہ کا اظہار کیا۔ جو امتِ مسلمہ کا ہے۔ اس نے اسے اپنی کتاب ''براہینِ احمدیہ میں درج بھی کیا۔ جو تا حال اس میں موجود بھی ہے۔ اور اس وقت وہ اپنے ملہم اور اس عقیدہ کے معنی پر کتاب و سنت اور اجماع ہونے کا بھی اعلان کرتا رہا۔ مگر ۵۲/ سال عمر کے گزارنے کے بعد وہ مرحلہ اور تدریجی دعوی کرتا رہا۔ کبھی اس نے کہا ''بالقوۃ نبی ہے بالفعل نہیں''۔ کبھی ''ظلی و بروزی نبی ہے''۔ پھر وہ مثیل مسیح ہے۔ مسیح نہیں۔ پھر اس نے کہا وہ مسیح ہے۔ پھر کہا کہ ''مسیح ابن مریم''۔ پھر اس نے کہا کہ ''وہ مسیح موعود ہے''۔

آنحضرت ﷺ کے بعد ادعاءِ نبوت کی یہ تأثیر ہے کہ وہ شخص کذاب بھی ہو جاتا ہے۔ اور دجال بھی تو مرزا کا یہ دجل ''توفی'' کے باب میں امت کے سامنے پیش ہوا۔ مرزا نے ''توفی'' کی جملہ آیات کو ایک تصنیف میں جمع کیا ہے۔ مگر ان کی جو تحلیل ہم نے کی ہے۔ وہ اس فیلڈ میں کام کرنے والوں کی لئے مشعلِ راہ ہے۔ اگر وہ اس میں تأمل کر کے سمجھ لے کہ تو وہ قادیانیت کے خلط، کذب اور دجل سے یقیناً خود بھی محفوظ رہیں گے۔ اور بشریت کو بھی محفوظ رکھ سکیں گے۔ اور قادیانی اگر اس کا مطالعہ کریں گے تو ''عمومی توفی'' اور ''خصوصی توفی'' میں سبیلِ ہدی پالیں۔ ہم نے چند نکات ہر دو ''توفی'' کے بارے میں نمبروار مرتب کر دیئے ہیں۔ تا کہ مزید افصاح و بیان ہو جائے۔ اس کا نام ''**مسک الختام في توفي الأنفس وتوفي عيسىٰ عليه السلام**'' رکھا ہے۔ لہٰذا انہیں نمبروار یاد کر لینا۔

عمومی بشر کی ''توفی'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ''توفی'' میں مسک الختام:

۱- قرآن کریم میں ''حیات'' (زندگی) کا مقابل ''موت'' ہے۔ (وفات نہیں)۔
''مُحی'' (زندگی عطا کرنے والا) کا مقابل ''ممیت'' ہے۔ (موت دینے والا متوفّی نہیں)۔

یہی قرآن وسنت کی نصوص، اور لغتِ عرب میں ہے۔

۲- ''احیاء'' (زندہ کرنا) اور ''اماتۃ'' (موت دینا) دونوں خالق جلّ جلالہ کے وصف ہیں۔ مخلوق کے نہیں۔ ''محی'' اور ''ممیت'' صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۳- ''توفی'' کسی شئ کو بتمام قبضہ میں لینا ہے۔ یہ ''متوفِّی'' کا مارنا یا روح کو قبضہ میں لینا ہے۔ کیونکہ ''توفی'' مفرد لفظ ہے۔ اور ''روح'' کا قبضہ مرکب معنی ہے۔ مفرد لفظ مرکب معنی پر دلالت نہیں کرتا۔

۴- ''توفی'' کے ساتھ اگر قرآن یا سنت میں یا لغتِ عرب میں زائد لفظ ہو، تو وہ ''متوفّی'' کے موت کے وقت بتمام قبضہ میں ہو، تو یہاں پر توفی ''اماتۃ'' مارنے سے کنایہ ہوگی۔ اور یہ انسان کی اجل آنے پر ہوتا ہے۔ وہ عام بشر ہو، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ مگر اس کی شرط یہ ہے کہ قابض اللہ تعالیٰ ہوں۔ یا اس کے حکم سے اس کے فرشتے۔ پھر اللہ تعالیٰ روح کو روک بھی لے۔ جسم سے الگ کرنے کے بعد اسے واپس نہ چھوڑ دے۔ اس امر کا اختیار صرف باری تعالیٰ کو ہے۔ اس کا علم بھی صرف باری تعالیٰ ہی کو ہے۔

''توفی'' کی نسبت اگر فرشتوں کی طرف ہو، تو وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے حکم کی تنفیذ کرنے والے ہیں۔

۵- قرآن کریم، سنت اور لغت عرب میں اگر زائد لفظ ''متوفّی'' کو نیند میں بتمام قبضہ میں لینا ہے۔ تو اس کی ''توفی'' نیند اور سُلا دینے سے کنایہ ہے۔ یہ ''متوفّی'' بتصریحِ قرآنی ﴿لم تمت﴾۔ غیر میت ہیں۔ مگر اس کے بعد روح انسانی کا ''ارسال'' ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چھوڑ دیتا ہے۔ (روکتا نہیں)۔ یہ سُلانا بھی محض اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ یہ ''متوفِّی'' صرف باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ فرشتے نہیں ہوتے۔ نہ خود انسان اپنی مرضی سے سوسکتا ہے۔

۶- لغتِ عرب میں ''توفی'' (م وت) سے نہیں بنا۔ لہٰذا وہ موت دینے پر وضعاً دلالت نہیں کرتا۔ نہ ہی ''توفی'' موت دینے کے لئے حقیقت ہے۔ نہ موت دینے سے مجاز ہوتا ہے۔

وہ تو صرف وضع میں بتمام قبضہ میں لینا ہے۔اور موت دینے سے موت کے وقت،اوراجل آنے پر جب متوفّٰی کے شب وروز پورے ہو جائیں تو اس وقت ''توفی'' مارنے سے کنایہ ہوتا ہے۔ جسے وفات صرف اس لئے کہتے ہیں، کہ بندہ نے عمر کے لحظات ولمحات،شب وروز پورے کر لئے ،اس کے بغیر''توفی'' وفات نہیں ہوتا۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ''انتقال'' و''رحلت''،جس کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا،یا کوچ کرنا۔مگر جب یہ''انتقال'' و''رحلت'' دنیا سے آخرت کی طرف عمر پوری ہونے پر ہو، تو موت سے کنایہ ہوتے ہیں۔مگر قرینۂ وقت ضروری ہے۔

نہ دنوں کے پورا ہونے سے پہلے''توفی'' مارنا ہے نہ دنوں کے پورا ہونے سے قبل کی نقل وحرکت''اماتۃ'' مارنا ہوتا ہے۔لہٰذا جب توفی قبض تام کے ساتھ عمر کے پورے ہونے کا ذکر نہ ہو تو یہ ہرگز مقبوض کی وفات ہے نہ توفی مارنے سے کنایہ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شب وروز کی توفی تو بوقت موت یا بوقت نیند ہو وہ قرآن نے ''یتوفی'' پھر اس کے ساتھ موت اور نیند کا ذکر بھی کیا ہے۔

یہ توفی خصوصی یا خاصہ عیسیٰ نہیں ہے۔

توفی وہ خاصہ عیسیٰ ہے جس میں اس کے بار بار واقع ہونے کا ذکر نہیں نہ اس کا بیان یتوفی سے ہے۔

وہ تو اللہ تعالیٰ کے''متوف'' ہونے سے ہے۔جو فقط ایک بار کی توفی ہے۔

☆ پھر وہ مخصوص شخص ہے جس کا نام عیسیٰ ہے۔

☆ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے۔

☆ وہ متوفّٰی شخص حضرت عیسیٰ پر نعمت ربانی ہے۔

☆ وہ تدبیر ربانی کے حسن کا مظہر ہے۔

یہ توفی بتمام روح وجسم سمیت قبضہ میں لینا ہے۔

یہی حضرت عیسی علیہ السلام کا خاصہ ہے جس میں بنص قرآن ان کی توفی + رفع +تطہیر کا جمع ہونا ہے۔یہی توفی خاص خاصہ عیسی علیہ السلام ہے۔

یہی قرآن وسنت کا بیان ہے۔توفی عیسیٰؑ کا یہی مفہوم قرآن نے صراحت سے بیان کیا ہے اوراسی کو مہبط وحی نے سمجھا۔صحابہ کرام کو یہی سمجھایا اورامت مسلمہ کا اس پر اجماع ہوا کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بتمام قبضہ میں لیا،انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔انہیں انجاس سے لے کر مقام اطہار میں پہنچادیا۔

یہ تمام خوارق شرعی حقائق ہیں۔بعینہ اسی طرح جیسے لیلۃ الاسراء والمعراج میں سید الرسل اورخاتم النبیین کے ساتھ پیش آئے۔

صاحبِ معراج نے صاحبِ رفع کے بارے میں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے بتایا کہ خود صاحب رفع نے صاحب معراج کو بتایا کہ اللہ تعالی نے مجھے اٹھالیا اور منکرین سے میری تطہیر فرمادی۔

لہٰذا توفی عیسی علیہ السلام کے بارے مسلم عوام وخواص کو ان امور کا استحضار ضروری ہے:

۱- یہ ان کا خاصہ ہے۔

۲- یہ قرینہ موت سے خالی ہے۔

۳- یہ قرینہ نوم سے خالی ہے۔

۴- حضرت عیسی نے بقول آیت توفی کو توفيتني سے تعبیر فرمایا أمتني سے نہیں۔

۵- حضرت عیسی نے بقول حدیث اسے رفعني وطهرني سے تعبیر فرمایا أماتني سے نہیں۔

۶- قرآن نے اپنی نصوص وسنت نے اپنے ذخیرہ کثیرہ حضرت عیسی کے بارے کہیں

(مات) کا لفظ استعمال نہیں فرمایا۔

۷- خود حضرت عیسی علیہ السلام نے باری تعالی کے سوال (أانت قلت للناس) کے جواب میں جن دو مقابل حالتوں کا ذکر فرمایا: (۱) قوم میں موجود ہونا۔ (۲) متوفی ہونا ہے۔ میت ہونے کا ذکر نہیں۔

☆ یادرہے کہ کسی شخص کا کسی جگہ عدم وجود اس کی موت کی خبر نہیں ہوتا۔

حضرت عیسی علیہ السلام کو یقین تھا کہ ان کی توفی تو پیش آچکی مگر ان کا اماتۃ (مارنا) واقع نہیں ہوا۔ اور وہ بقول قرآن تمام اہل کتاب کے ایمان میں داخل ہونے کے بعد اور بقول صادق المصدوق علیہ السلام خدا کی قسم وہ ضرور نازل ہوں گے کے بعد ہوگا۔

تحقق ایمان اہل کتاب اور نزول عیسی ہر دو کے بعد اماتۃ عیسی کا تحقق ہوگا۔ اللہ اور رسول کی خبر کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتی مگر ہر مدعی نبوت ضرور جھوٹا اور دجال ہوگا۔

۸- توفی عیسی یہود کے مکر کے خلاف اللہ کی حسن تدبیر کا مظہر ہے۔ یہود کا مکر عیسی کو مارنا اور اللہ تعالی کی تدبیر انہیں بچانا ہے۔ اور اللہ اپنے تدبیر میں غالب ہے۔

۹- حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی رفع تو رب تعالی کی نعمت خاصہ ہے جبکہ ان کی اس وقت جب یہود مکر کر رہے تھے ان کا مارنا یہود کی مدد ہے عیسی کیلئے نعمت خصوصی نہیں۔

۱۰- ''توفی'' کا ہر وہ مفہوم جس میں مذکورہ امور نہ ہوں جس میں یہود کا مغلوب ہونا، اپنی تدبیر میں ناکام ہونا، اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی تخلیقی میں کامیاب ہونا نہ ہو۔ وہ مردود ہے۔ یہی شارع کی نصوص میں تحریف اور آیات اللہ میں الحاد ہے۔

۵- اللہ تعالی کی طرف سے نعمت خاصہ برائے توفی کو موت پر حمل کرنے کے بعد اس کے زمانہ اور سرزمین میں جو کہتی ہے وہ خود اس کی تفسیر کے بطلان کی کھلی دلیل ہے۔

اولاً: اللہ تعالی کے یہود کے مکر پر خیر الماکرین کی تدبیر یعنی توفی کا زمانہ یہود کے مکر کا زمانہ سے چھیاسی سال بعد بتاتی ہے۔

ثانیاً: یہ امر واضح ہے کہ یہود کے مکر کی سرزمین تو فلسطین ہے۔ مگر قادیانیت نے توفی بمعنی موت مسیح کی سرزمین مکر یہود کی سرزمین (فلسطین سے) ہزاروں میل دور ''کشمیر'' کے شہر ''سرینگر'' کو قرار دیا۔

یہ دونوں امر متوفی کے موت دینے کی تاویل کی بطلان کی کھلی دلیل ہیں کہ جب مکر یہود کا نہ وہ وقت ہے نہ سرزمین تو قائل کی تاویل خود باطل ہوگیا۔ اس پر مستزاد قادیانی تاویل کا لغت عرب نصوص قرآن بیان قرآن اور موردتوفی سبھی کے خلاف ہوتا ہے۔

بعض قرآنی مثالیں ایک لفظ ایک زائد معانی کے امثال:

قرآن کریم میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جنہیں ایک سے زائد معنی پر حمل کرنا درست ہے۔

پھر اس کے معنی کی تعیین، موقع ورود سے ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک لفظ ایک جگہ ایک معنی کیلئے تو دوسری جگہ دیگر معنی کے لئے ہوتا ہے۔ اور قرائن وشواہد متکلم کی لفظ سے مراد مقصود سمجھنے میں معین ہوتے ہیں۔ انہیں سے لفظ کے حقیقی اور مجازی پھر کنایہ اور صریحی معانی پر دلالت متعین ہوتی ہے۔

پھر علم وایمان ہو تو کوئی شخص لفظ کے مراد اور اس کے معنی میں خلط وتلبیس سے پرہیز کرتا ہے۔ اور یوں تمام مسلمانوں کے ساتھ دجل بھی نہیں کرتا جیسے کہ قادیانیت نے توفی کے لفظ میں کی ہے کہ اس کی لفظ کے معنی اصل اور اس کے کنائی استعمال میں تمیز نہیں کی یا محض اپنے اہداف کے حصول کی خاطر ایسا کیا۔

مندرجہ ذیل امثلہ ہم اسی امر کے افصاح کے لئے پیش کرتے ہیں:

۱۔ ''اصحاب النار'' قرآن کریم میں ہر مقام پر اہل جہنم کیلئے استعمال ہوا۔ وہ کفار ہوں یا فساق

وفجار جیسے کہ﴿والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا أولئک أصحاب النار هم فیها خالدون ﴾۔ ''جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اوران کی تکذیب کی وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

یہی لفظ ''اصحاب النار'' سورہ مدثر کی اس آیت میں ﴿وما جعلنا أصحاب النار إلاَّ ملائکة وما جعلنا عدتهم ﴾۔''ہم نے اصحاب نار فرشتوں کو بنایا ہے''۔''اصحاب نار'' ان فرشتوں پر بولا گیا جو آگ پر مقرر ہیں۔ نہ کافر ہیں نہ فاسق وفاجر۔ وہ اللہ تعالی کے مطیع بندے ہیں جو اس کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔

۲- لفظ ''بعل'' سورۂ ''بقرہ'' اور ''نساء'' میں یہ لفظ زوج کیلئے استعمال ہوا۔ جیسے ﴿وبعولتهن أحق بردهن﴾۔(البقرة)۔ ''ان کے خاوندان کے واپس لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں''۔

اسی طرح سورۂ ''نساء'' ۱۲۸ میں ﴿إن امرأة خافت من بعلها نشوزا﴾۔ ''اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی نافرمانی اوراعراض سے ڈرے''۔

مگر سورۂ ''صافات'' ۱۳۵۔ ﴿تدعون بعلا وتذرون أحسن الخالقین ﴾۔''کیا تم ''بعل'' کو پکارتے ہواور بہترین خالق کو چھوڑتے ہو''۔ یہ مخصوص بت کیلئے وارد ہوا ہے۔

۳- ''عاد''، ''یعود''، ''عوداً''۔قرآن کریم میں عموماً فعل کے مکرر طور پر کرنے پر وارد ہے۔ جیسے کہ ﴿ومن عاد فاولئک اصحاب النار﴾۔''جس نے دوبارہ اس کا تکرار کیا سو ایسے لوگ جہنمی ہیں''۔

مگر سورۂ ''مجادلہ'' آیت نمبر۳۔ ﴿والذین یظاهرون من نساء هم ثم یعودون﴾۔اس میں ''یعودون'' کا لفظ توبہ اور ندامت کیلئے استعمال ہوا ہے۔

۴- ''ریب'' کا لفظ قرآن میں جگہ شک کے معنی میں وارد ہوا ہے۔ جیسے کہ سورۂ ''بقرہ'' آیت نمبر۳ میں ﴿ذلک الکتاب لا ریب فیه.. ﴾''اس کتاب میں کوئی شک

نہیں اہل تقوی کیلئے ہدایت ہے''۔ جبکہ سورۂ ''طور'' آیت: ۳۰ ﴿**أم يقولون شاعر نتربص... الخ**﴾ ''یا یہ کہتے ہیں کہ شاعر ہے۔ ہم اس کے لئے حوادث زمانہ کے منتظر ہیں''۔

۵- لفظ ''بروج'' قرآن میں ''کواکب'' کے معنی میں ہے۔ مگر سورۂ ''نساء'' آیت: ۷۸ ﴿**اينما تكون يدرككم الموت ولو كنتم فى بروج مشددة**﴾۔ ''چاہے تم جہاں پر بھی ہو، موت تم کو پالے گی، چاہے تم محکم محلات میں ہو''۔

یوں ہی لفظ متوفی جو لغت میں بتمام قبضہ میں لینے کیلئے وضع ہوا مگر موت کا قرینہ ہو تو یہ موت سے کنایہ، اگر نیند کا قرینہ ہو تو نیند دینے سے۔

الحاصل! لفظ کے درست معنی تک وصول کیلئے اس کے مورد و محل وقوع کی رعایت ضروری ہوتی ہے۔ پھر اس کی جہت دلالت وہ وضعی ہے، مجازی ہے، کنائی ہے۔ اس کی رعایت ضروری ہوتی ہے جو وجوہ دلالت سے ناواقف ہو وہ قرآنی الفاظ کے مطالب و معانی سمجھنے اور بتانے میں حق و صواب تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

ہم اس جگہ ''توفی'' کے مدلولات و معانی اور وجوہ دلالت کا مختصر چارٹ پیش کرتے ہیں:

توفی عیسی	توفی عموم بشر	
اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کا مع جسم و روح بتمامہ رفع فرمایا اور ان کی تطہیر فرمائی	توفی، موت دینے سے کنایہ۔ صرف توفی۔ قرینہ موت مذکور	توفی نیند سے کنایہ صرف توفی۔ قرینہ نوم مذکور
موت اور نیند غیر مذکور قرینہ	بوقت اجل	بوقت نیند
توفی مخصوص شخص کی	خصوصیت نہیں	خصوصیت نہیں
توفی جو مظہر قدرت اللہ ہے	موت دینے سے کنایہ	سلانے سے کنایہ
توفی جو اللہ کی عظیم نعمت اور قابل تذکیر نعمت بھی ہے		
ياعيسى إني متوفيك	**الله يكون**	**الله**

قرآنی توفی حوحیات عیسی علیہ السلام کو مستلزم ہے بالمقابل قادیانی متناقض ''توفی''۔

قرآنی توفی تو حیات عیسی علیہ السلام اوران کے رفع اورنزول کومستلزم ہے۔جیسا کہ امت مسلمہ کا عقیدہ ہے۔یہی مرزاغلام احمد قادیانی کا بھی عقیدہ رہا۔جسے انہوں نے ''براہین احمدیہ'' میں تحریر کیا۔اوروہ اس میں تا حال ثبت ہے۔پھرمرزاغلام احمد نے قرآن وسنت سے اس ثابت شدہ عقیدہ کوتوفی عیسوی بمعنی وفات عیسی قبل از قیود وشروط وفات عیسوی کے متحقق ہونے/قبل از اہل کتاب کے دائرہ ایمان میں داخل ہونے/قبل ازآسمان سے نازل ہونے/قبل ازان کی اجل کے آنے والی وفات سے تبدیل کردیا۔

مرزاغلام احمد قادیانی کا سابقہ عقیدہ تو بتصریح خودقرآں وسنت سے ثابت ہے۔مگراس کا جدیداورمبدل عقیدہ اس کی خودساختہ وحی والہام سے قرآنی تصریحات کے برعکس تھا۔قرآن نے تو حضرت عیسی علیہ السلام کےصلب کی نفی کی،مرزانے انہیں سولی پر(معاذااللہ) چڑھادیا۔ قرآن نے ان کے آسمان پراٹھانے کی تصریح کی،مرزانے رفع عیسوی کاانکار کیا۔قرآن نے اللہ تعالی کی حضرت عیسی کے دشمنوں سے حفاظت کی تصریح کی۔مگرمرزانے اس کے برعکس ان کے دشمنوں کوان تک پہنچنے میں کامیاب گردانا۔قرآن نے حضرت عیسی علیہ السلام کو دنیا اور آخرت میں وجیہ فرمایااورمرزاغلام احمد قادیانی نے اپنی شخصیت کوان کا متبادل کہہ دیا۔

ایک طرف تو یہ مرزا کی کاروائی رہی اورد دوسری طرف قادیانیت کے نمائندگان کی تصریحات میں اس قدر تضاد ہے کہ توفی کے بارے میں ان کی تصریحات کے تناقض کو قادیانیت ختم نہیں کرسکی۔مرزاغلام احمد قادیانی کے اردوترجمہ کا حوالہ کوتوفی عیسوی ان کی وفات سے عبارت ہے۔جبکہ ''عسل مصفی'' 175/1 رمیں ''متوفیک''، قرآنی نص کی تفسیر میں درج ہے۔''متوفیک'' اور''رافعک'' تقدیم وتاخیر پر ہیں اورکہیں وفات قبض ہوتا ہے۔موت

نہیں۔

ایک دوسری جگہ صفحہ:263 پر ''تـوفيتني'' کی تفسیر میں توفی شئ کو پورے طور پر لینا ہے۔موت اس کی ایک نوع ہے۔

ان حوالوں سے ہماری غرض صرف اس امر کا اظہار وافصاح ہے کہ قادیانیت توفی کے قرآنی اور اسلامی مفہوم کی معترف بھی ہے کہ کہیں توفی موت سے کبھی نیند سے اور کبھی دیگر قبضہ سے کنایہ ہوتی ہے۔وہاں موت یا نیند نہیں۔مگر اس کے باوجود یہ اس کا تعصب اور عناد اور اندھی تقلید ہے کہ پھر اس کے خلاف کہے۔

توفی کے بارے اس افصاح و بیان پر ہم اللہ تعالی کے شکر گذار ہیں۔یہ انہی کی توفیق سے ہوا۔

الحاد اور فکری دہشت گردی:

قادیانیت اور اس کے مؤسسین کی لفظ ''توفی'': ''توفی عمومی بشر''، ''توفیٔ عیسی''، ''توفیٔ قرآنی''، ''توفیٔ اسلامی'' اور ''توفیٔ اجماعی'' کے ساتھ کاروائی۔ہماری نظر میں:

اولاً: لفظ توفی جو لغت عرب اور شریعت اسلامی میں اپنا معین معنی و مفہوم رکھتا ہے اس میں تحریف ہے۔

ثانیاً: یہ فکری دہشت گردی ہے اور عوام کے اذہان وافکار کے ساتھ زیادتی ہے۔کیونکہ یہ امور انہیں اہم علمی مباحث میں الجھاتا ہے۔

ثالثاً: قادیانیت اہم شرعی مبحث میں خلط و تلبیس کرتا ہے۔

رابعاً: یہ عوام پر حق کو باطل کے ساتھ خلط کرنا ہے۔اور عوام پر شرعی اور دینی مباحث میں تشویش پیدا کرنا ہے۔سادہ لوح عوام جو علمی اصطلاحات اور بیانی اسالیب تعبیر سے واقف نہیں

ہوتے ان پر ان امور کو الجھایا ہے۔

خامساً: یہ قادیانیت کی علمی خیانت ہے کہ کسی لفظ کے کنائی معنی اور لغوی مفہوم کو اور الفاظ کے حقیقی ومجاز یا کنائی اور صریح معانی میں خلط کیا جائے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ الحاد اور اللہ کے بندوں کے ساتھ قادیانیت کا دجل ہے۔

واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حق ہے: ان کے بعد مدعی نبوت کذاب ودجال ہوں گے۔

ابنائے ملت قادیانیت کیلئے ہماری مخلصانہ دعوت:

ہم عمومی ابنائے ملت قادیانیت کو خیر خواہی کی خاطر انہیں اپنے مقالہ کو بنظر غائر پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ان کے عقلاء کو ان کے محتویات میں خوب تامل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ انہیں یہ مکرر طور پر کہتے ہیں کہ شرعی نصوص میں علماء شریعت نے قرآن میں اس کے بیان میں جو شرح وتفسیر امت میں مسلسل طور پر سندِ متصل سے معروف ہے اور امت کے مفسرین ومجددین نے ''توفی'' کے باب میں جو شرح وتفسیر کی ہے اسے قبول کریں۔سبیل المؤمنین اور اجماع امت سے خروج کے بارے میں مؤسس قادیانیت کا خود اعتراف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت کا موجب ہے۔

جب قادیانیت امت کے بعض مفسرین کی مجددیت کی قائل ہے تو وہ ان کے ''توفی'' کی تفسیر ومدلول کو بھی قبول کرے کہ ان کی توفی توفیٔ رفع ہے۔اور ان کا رفع جسم وروح سمیت ہوا۔وہ آسمان پر زندہ ہیں اور یقیناً ان کا نزول ہوگا جیسے کہ ہمیں نبی خاتم نے مؤکد طور پر اس کی خبر دی ہے۔

''توفی'' کے باب میں حق وصواب کا سمجھنا ایسے مسائل سے نہیں جن کا ادراک ناممکن

ہے۔آیات توفی کی تفسیرات کے عنوان سے ہم نے مستقل ایک مقالہ مرتب کیا ہے جس کا مطالعہ یقیناً ان پر اس حقیقت کے کھولنے میں کافی حد تک مددگار ثابت ہوگا۔شاید کہ باری تعالی انہیں توفی کے باب میں راہِ راست تک پہنچائے۔ہم باری تعالی سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ توفی اور دیگر ابواب میں ہمیں حق کے افصاح وبیان کی توفیق مزید عطا فرمائے۔وہ ذات عالی ابنائے قادیانیت پر اس حقیقت کو کھول دے کہ توفی قبض تام ہے۔موت کے وقت مارنے سے۔اور نیند کے وقت سلانے سے کنایہ ہے۔اور رفع وتطہیر کے وقت رفع سے کنایہ ہے۔

﴿وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين﴾۔

﴿خلاصۂ مبحث﴾

۱- قادیانیت ''توفی'' کے قادیانی مفہوم کی نشرواشاعت میں بہت دلچسپی لیتی ہے۔

۲- قرآن کریم عربی زبان میں ہے۔اس کے مفردات میں حق وحقیقت تک پہنچنے کیلئے لفظ کا وضعی معنی اور مادہ اشتقاق جاننا ضروری ہے۔

۳- قرآنی مقابلات میں ''حی''، ''میت''، ''محیی''، ''ممیت''، ''موت'' و''حیات'' تو ہیں۔مگر ''توفی'' اور ''احیاء'' نہیں۔

۴- توفی نعمت ربانی برائے عیسی علیہ السلام ہے۔اسی لئے اللہ نے اس کا بایں طور ذکر فرمایا ہے۔

۵- توفی عیسی نعمت خاصہ ہے۔جس معنی میں خصوصیت نہیں وہ توفی عیسی نہیں۔

۶- توفی اوراس کے مشتقات صرف قبض تام ہی پر دلالت کرتے ہیں۔

۷- قرآن نے عمومی بشر کی توفی موت کے وقت انہیں مارنے سے اور نیند کے وقت انہیں سلانے سے کنایہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔

۸- حضرت عیسی علیہ السلام نے توفی کے نعمت خاصہ ہونے کا خود اعتراف کیا ہے۔لہٰذا وہ توفی مارنا نہیں ہے۔

۹- قادیانیت کا یہ غلط ہے کہ وہ توفی کو بغیر قرینہ موت کے مارنے کے لئے یا توفی کو بغیر قرینہ نوم کے سلانے کے لئے بنائے۔

۱۰- قادیانیت کو دعوت فکر وتامل دیتے ہیں کہ اور انہیں نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اندھی تقلید سے بچیں، شاید اللہ انہیں ہدایت کا راستہ نصیب فرمائے۔وہ اس حق کو اختیار کرکے امت کے دھارے میں شامل ہوجائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆